۲۶/۱۴

حضرت نانوتوی قدس سرہٗ کا

احترامِ نبویؐ

ہندوستان میں بعض حضرات کیمخت (سبز رنگ) کا جوتا بڑے شوق سے پہنتے تھے اور اب بھی پہنتے ہیں لیکن حضرت نانوتویؒ نے ایسا جوتا مدت العمر نہیں پہنا اور اگر کوئی تحفۃً لا دیتا تو اس کے پہننے سے اجتناب و گریز کرتے اور کسی کو دے دیتے سبز رنگ کا جوتا پہننے سے محض اس لئے گریز کرتے کہ سرورِ دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم کے گنبدِ خضراء کا رنگ سبز ہے پھر بھلا ایسے رنگ کے جوتے پاؤں پر کیسے اور کیونکر استعمال کئے جا سکتے ہیں؟

حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہٗ لکھتے ہیں:

"تمام عمر کیمخت کا جوتا اس وجہ سے کہ قبہ کا رنگ سبز تھا نہ پہنا، اگر کوئی ہدیہ لے آیا تو کسی دوسرے کو دے دیا۔" (الشہاب الثاقب ص ۵۴)

(بانیِ دارالعلوم ص ۴۷ مولانا سرفراز خاں صفدر)

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

محمد سعید الرحمن علوی

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ کی نسبت اور اس کا بُرا انجام

حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی حدثنا دوح حدثنا شعبۃ عن ابی الفیض عن معاویۃ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما وعنہم عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم قَالَ مَنْ کَذِبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّاْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ۔

(مسند احمد صفحہ ۱۵۵ جلد ۴)

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد فرماتے ہیں ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص دیدہ دانستہ جھوٹ کی نسبت میری طرف کرے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔

"اصطلاح شرع" میں جس ذات اقدس کو "رسول و نبی" کہا جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا نمائندہ اور اس کا فرستادہ ہوتا ہے اللہ کی طرف سے وہ لوگوں کی ہدایت کا پیغام لے کر آتا ہے اور اس کی منشا کے مطابق بندگان خدا کو صداقت وہدایت کی راہ اپنانے کی تلقین کرتا ہے۔

اس نازک ترین ذمہ داری کے پیش نظر اللہ تعالیٰ اپنے اس "نمائندہ" کو "معصوم" بنا کر دنیا میں بھیجتا ہے اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کو ضروری قرار دیتا ہے۔ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ (النساء) اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

جب صورت حال اتنی نازک ہو بلکہ "رسول" کی اطاعت خود اللہ کی اطاعت ہو جیسا کہ سورۂ نساء میں ہے تو پھر یہ بات بالکل صحیح اور درست کہلائے گی کہ ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

قرآن عزیز نے وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی (النجم) میں بھی اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وہ ذات پاک جس کو نبی و رسول کہا جاتا ہے اس کی گفتگو اور کلام اپنی خواہشات کی بجائے "وحی الٰہی" کی پابند ہوتی ہے وہ جب بھی بولتا ہے اللہ کی مرضی اور منشاء سے بولتا ہے۔ اس ذات کی حیثیت چونکہ اس قدر نازک ہے اس لیے اس کی طرف جو جھوٹ کی نسبت کرتا ہے وہ بہت بڑا مجرم اور اس سنگین سزا کا مستحق ہے جس کو بیان کیا گیا۔

حضور سرور کائنات علیہ السلام کے ارشادات کو "وحی غیر متلو" اور "وحی خفی" بھی اسی نسبت سے کہا جاتا ہے اور ان کی حفاظت و ضبط بھی اسی طرح ہوئی کہ آپ کے فیض یافتہ حضرات نے آپ کے اقوال اور حرکات و سکنات کو جوں کا توں محفوظ کیا۔ آپ کی اداؤں کی حفاظت کی اور پھر انہیں امت کے اگلے طبقات تک پہنچایا۔ اس دنیا میں ایسے بدبخت عناصر کی کمی نہیں جنہوں نے اپنی دکان سیاست اور اپنی فسادی

جلد ۲۶ ۞ شمارہ ۱۴

۲۴ ذوالقعدہ ۱۴۰۰ھ ۞ ۳ اکتوبر ۱۹۸۰ء

اس شمارہ میں

رئیس الادارہ

پیر طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

مدیر منتظم : میاں محمد اجمل قادری

مدیر : محمد سعید الرحمٰن علوی

بدل	سالانہ -/۶۰ روپے ، ششماہی -/۳۰ روپے
اشتراک	سہ ماہی -/۱۵ روپے ، فی پرچہ ۱/۵۰ روپے

جس بات کا خطرہ اور ڈر تھا وہ سامنے آگئی اور عراق و ایران کی آپس میں ٹھن گئی۔ حالات بہت دنوں سے دگرگوں تھے لیکن ایرانی انقلاب کے بعد معاملہ زیادہ دگرگوں ہوگیا۔ اور بالآخر دونوں ملکوں کی بری بحری اور فضائی افواج آمنے سامنے آگئیں اور اب دونوں ملکوں کے ہوائی اڈے ، تنصیبات اور شہری آبادیاں زد میں ہیں اور آئے دن نقصانات ہو رہے ہیں۔ یہ قصہ کیسے ختم ہوگا۔ اور جنگ و جدال کی مصیبت سے کیسے چھٹکارا نصیب ہوگا ابھی تک اس کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

یوں تو ایک عرصہ سے ملتِ اسلامیہ کے مختلف طبقات آپس میں باہم دست و گریباں ہیں لیکن پہلی جنگِ عظیم کے بعد اس سلسلے نے اتنا طول کھینچا ہے کہ اتنی بربادی کے باوجود رکنے کا نام نہیں لیتا۔

پہلی جنگِ عظیم کی وجہ سے خلافتِ عثمانیہ کا تیا پانچہ ہوا اور جیسی کیسی مسلمانوں کی اجتماعی قوت تھی وہ برباد ہو کر رہ گئی عیار اور چالاک دشمن نے کمال عیاری سے عرب و عجم کی تفریق کا ناد پھونکا اور وہ امت جس کے نبی نے ان تفریقات کو مٹایا تھا انہی کا شکار ہو کر رہ گئی۔ وہ دن اور آج کا دن پھر اس امت کو سنبھلنا نصیب نہیں ہوا۔ دشمن کی سازشیں اور ریشہ دوانیاں برابر جاری رہیں حتیٰ کہ اس نے دنیائے اسلام کے نازک ترین خطہ یعنی بلادِ عرب کے بیچ و بیچ اسرائیل کو

کھڑا کر دیا اور پھر اس نے پاک کو خوب پالا پوسا گیا۔ پہلی مؤثر ترین آواز جو ان سازشوں کے خلاف اٹھی وہ جمال عبدالناصرؒ کی تھی ملت کے لیے اس شخص کے دل میں جو درد تھا اس کی تحریریں اس پر گواہ ہیں لیکن بدقسمتی سے خود بعض مسلمان اس کو بدنام اور رسوا کرنے میں سرگرم عمل رہے اس کے بعد دوسری آواز شاہ فیصل شہیدؒ کی تھی جس کے بگڑے ہوئے تیور دیکھ کر دشمنوں نے اپنے ہی خاندان کے ایک فرد کے ہاتھوں شہید کروا دیا اس وقت ملت کی اجتماعی وحدت کے لیے کہنے کو بہت سے ادارے ہیں اور وقتاً فوقتاً ان کے اجلاس بھی ہوتے رہتے ہیں لیکن معاملہ نشستند گفتند اور برخاستند سے آگے نہیں بڑھتا۔ دائیں اور بائیں بازو کی تقسیم پوری دنیائے اسلام کو لپیٹ میں لیے ہوئے ہے۔ ہر مسلم ملک اپنی تکلیفوں کے ازالہ کے لیے یو۔ این۔ او کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمیں نہ اپنے پیدا کرنے والے پر اعتماد رہا ہے نہ اپنی قوت اور اپنے وسائل کا احساس ہے۔ دریوزہ گری ہماری عادت بن چکی ہے۔ اور دوسروں کے بہکاوے میں آکر کام کرنا ہماری فطرت اور عادت بن چکی ہے۔ پوری دنیا میں مسلمان کا خون بہہ رہا ہے کہیں دوسروں کے ہاتھوں اور کہیں خود آپس میں!! اور نہیں کہا جا سکتا کہ زوال و انحطاط کی یہ سیاہ رات کب ختم ہوگی اور کامرانی و سربلندی کی صبح کب طلوع ہوگی۔

ہم جہاں اللہ کے حضور دست بدعا ہیں کہ وہ ہمارے گناہوں کو معاف فرما کر ہمیں راہِ راست پر چلنے کی توفیق دے وہاں دنیا بھر کے مسلم حکمرانوں، اہلِ علم اور دوسرے مؤثر لوگوں سے درخواست کرتے ہیں کہ اس سنگین صورتِ حال کی اصلاح کے لیے اپنی ذمہ داریوں کو پورا کریں ورنہ قدرت کی بے آواز لاٹھی ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑے گی۔

علوی

خط و کتابت کرتے وقت

خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں (ادارہ)

بقیہ : قرآن سے بڑھ کر

انشاء اللہ میں اب خدا کا منکر نہیں رہتا ہوں اور انشاء اللہ اب میں قرآن ہی کی ساری عمر تبلیغ کروں گا۔ جب تک حضرتؒ وہاں رہے تو اس ہندو کو قرآن پڑھاتے رہے تو وہ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن سے بڑھ کر انقلابی کتاب کوئی نہیں اور حضورؐ سے بڑھ کر انقلابی، ماں نے جنا ہی نہیں اور صحابہؓ سے بڑھ کر انقلابی انسان، دنیا کے اندر کبھی کوئی جماعت پیدا نہیں ہوئی۔ چشمِ فلک نے اس سے بڑا انقلاب نہیں دیکھا کہ بیچارے مہاجر کس طرح لٹے پٹے ہوئے اپنے گھر بار چھوڑ کے آتے ہیں۔ اور اندازہ لگائیے صہیب رومیؓ جب ہجرت کرنے لگتے ہیں مکے سے، تو وہ کہتے ہیں تم آئے تھے خالی ہاتھ اور اب یہ کمائی لے جا رہے ہو؟ یہ کمائی نہیں لے جانے دیں گے۔ انہوں نے کہا ساری میری کمائی، ساری دولت رکھ لو، مجھے جانے دو، انہوں نے کہا بے شک چلے جاؤ۔ تو یہ ہے مسلمانوں کا کردار، یہ ہے قرآن نے ان کے اندر انقلاب برپا کیا کہ دولت، مال اسباب، جائیداد، بیوی بچے، کوئی چیز نہیں ہے قرآن کے مقابلے میں اور اسلام کی تعلیمات کے مقابلے میں۔

مسجد خضراء سمن آباد لاہور

میں

مولانا عبیداللہ انور ۵ / اکتوبر بروز ہفتہ بعد نماز مغرب مجلس ذکر کرائیں گے۔

مجلسِ ذکر

ضبط و ترتیب : علوی

آئیں ــــ ذکر و فکر کی مجالس بپا کریں

پیرِ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و علی آلہ و اصحابہ اجمعین۔

محترم حضرات! اسلام جو اللہ کا آخری اور سچا دین ہے جب دنیا میں ظہور پذیر ہوا تو قریب قریب ساری دنیا دو حصوں میں بٹی ہوئی تھی۔ اور دو بڑی طاقتوں کے زیر اثر، ایک فارس کی زرتشتی حکومت، دوسرے روم کی عیسائی حکومت، حضور سرورِ کائنات علیہ السلام نے مکہ کی تیرہ سالہ نبوی زندگی میں جس طرح تکالیف و مصائب برداشت کئے اور اللہ کے نام اور اس کے پیغام کی سربلندی کی جد و جہد کی وہ پیغمبرانہ استقامت کا ایک روشن باب ہے۔ ہجرت نبویؐ کے بعد ظلم و شر اور فساد کے دفعیہ کے لیے آپ کو جہاد کی اجازت ملی تو وہ افراد اور طاقتیں جنہوں نے اہل حق کا جینا دوبھر کر رکھا تھا جلد ہی زیر نگیں ہو گئے اور جزیرۃ العرب قریب قریب اہل کفر کی ریشہ دوانیوں سے پاک ہو گیا۔ لیکن ظاہر ہے کہ حضور علیہ السلام جزیرۃ العرب کے محض نبی نہ تھے آپ پیغمبرِ انسانیت تھے۔ اور آپ کا پیغام رحمت ساری کائنات کے لیے تھا۔ یہ ناممکن تھا کہ وہ شاہی خاندان ساری دنیا کو اپنا باجگذار بنا کر رکھنے اور ان سے ڈھور ڈنگروں کا سا سلوک کرتے اور انہیں کوئی نہ پوچھتا۔ اپنی نبوی ذمہ داریوں کے پیش نظر آپ نے بادشاہانِ عالم کو مکتوب لکھے تو ان میں یہی احساس کارفرما تھا کہ اللہ کی مخلوق اپنے پیدا کرنے والے کے آستانہ سے متعلق ہو جائے اور انسان پر انسان کا ظلم ختم ہو جائے۔

روم کے عیسائی بادشاہ کے پاس مکتوب نبوی پہنچا تو اس نے غایت درجہ احترام و عقیدت کا معاملہ روا رکھا۔ تفصیلات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس دعوت کو قبول کرنا چاہتا تھا اور پیغمبر اسلامؐ کے دامن رحمت سے وابستہ ہونا چاہتا تھا لیکن اہل دربار کی بدتمیزی اور غوغا آرائی نے اسے بے بس کر دیا۔ اور وہ اقتدار کی رنگینیوں کا شکار ہو کر اس پیغام حق و صداقت کو قبول نہ کر سکا۔ اور جہاں تک فارس کے زرتشتی خاندان کا تعلق تھا اس کے سربراہ خسرو کجکلاہ کسرائے ایران نے تمام اخلاقی اور سفارتی آداب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے مکتوب نبویؐ کی غایت درجہ توہین کی۔ حتیٰ کہ اپنے ایک ماتحت گورنر کے ذریعہ سرکار دو عالم علیہ السلام کی گرفتاری کا احمقانہ حکم جاری کرایا جس کی سزا اسے اس طرح ملی کہ وہ اپنی اولاد کے ہاتھوں خائب و خاسر ہو کر واصل جہنم ہوا اور جلد ہی یہ زبردست طاقت ایک قصہ پارینہ بن گئی۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر و کسریٰ کی ہلاکت و بربادی کی جو پیشین گوئی فرمائی تھی، اور

اسلام کے نظامِ عدل کے دنیا
میں رائج و نافذ ہونے کا جو
فطری عمل تھا وہ جلد ہی پورا
ہوا اور حضرات شیخین (سیّدنا
صدیق اکبر اور سیدنا عمر فاروق اعظم
سلام اللہ تعالیٰ علیہما و رضوانہ)
کے عہد معدلت گستر میں یہ دونوں
سلطنتیں اتھل پتھل ہو کر رہ گئیں
اور وہاں اسلام کا ہلالی پرچم
لہرانے لگا۔ ان دونوں حکومتوں کے
وہ حاشیہ نشین اور وظیفہ خوار جو
بچ کر رہ گئے تھے انہوں نے
اسلام اور پیغمبر اسلام نیز حضرات
صحابہ علیہم الرضوان بالخصوص حضرات
شیخین کو بدنام کرنے کے لیے داستان
سرائی شروع کر دی اور مسلمانوں کی
جہادی سرگرمیوں کو یہ نام دینا شروع
کر دیا کہ مسلمانوں نے ظلم و جور
اور زیادتی کر کے اپنا مذہب دنیا
میں پھیلایا ہے وہ دن اور آج
کا دن ـــــ دنیا میں کچھ نہ
کچھ لوگ اس قسم کے بے سُرے
راگ الاپتے ہی رہتے ہیں۔ حالانکہ
جن حضرات صحابہ علیہم الرضوان کی
جہادی سرگرمیوں کو سامنے رکھ کر
یہ مکروہ عنوان اختیار کیا جاتا ہے
وہ مظلومیت کے عالم میں
اس کو اپنے سینہ سے لگائے آگے
پھیلاتے رہے اور جب انہیں اللہ
تعالیٰ نے مہلت دی اور کسی قدر
غلبہ و طاقت سے نوازا تو انہوں
نے مخالفین کو کچلنے، انہیں تہس
نہس کرنے اور ان کی نسلوں کو
اجاڑنے کے بجائے اسلام کے تصورِ
اخلاق کی روشنی میں کمال مروّت کا
مظاہرہ کیا۔ انہوں نے اپنے بدترین
دشمنوں کو معاف کر دیا کسی قسم کی
انتقامی کارروائی نہیں کی، کسی کو
زبردستی کلمہ نہیں پڑھایا۔ ان کے
پیشِ نظر صرف اتنی بات تھی کہ
آزادانہ ماحول میں جہاں دوسرے
لوگ اپنے عقائد کا پرچار کرتے ہیں
وہاں اسلام کو بھی موقعہ ملے اور
راستہ کی رکاوٹیں دور ہو جائیں۔
جونہی رکاوٹیں دور ہوں اور انسانیت
کے مسیحا محمد عربی علیہ السلام کی
تعلیم کے مطابق ذکر و فکر اور اخلاق
و کردار کی بادِ نسیم چلی تو دنیا
خود بخود اس طرف کھنچنے لگی، اور
یوں اسلام ہر ہر گھر پہنچ گیا۔

افسوس یہ ہے کہ نہ اب
وہ ذکر و فکر کی گرم بازاری ہے
نہ اخلاق و کردار کا وہ چلن ہے
لوگ اپنے رب سے دُور اور خواہشات
کی دنیا میں ڈوبے ہوئے ہیں سرکار
دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں
سے دُور من مرضی کی رسومات ہیں
جنہیں حقائق کا نام دے کر وقت
گذاری ہو رہی ہے۔ اس طرزِ عمل نہیں
دنیا میں خوار کر دیا۔ ضرورت ہے
کہ ذکر و فکر کی مجالس بپا ہوں
اور اسوۂ نبیؐ کے مطابق زندگی
گذاری جائے۔ یہی شریعت ہے یہی
طریقت اور اس مجلس کا یہی مقصد

وما علینا الا البلاغ!

بقیہ: بغیر محرم . . . .

نہ دیتے۔ (ایضاً)

جب کہ مستورات کو مسجد
جیسی پاک جگہ میں جانے سے روک
دیا گیا ہے تو ان کا کلبوں اور
کھیل تماشوں وغیرہ میں جانا کب
روا ہو سکتا ہے اور بغیر محرم
کے محض تفریح وغیرہ کے لیے سفر
کرنا کب موزوں بن سکتا ہے۔

مسلمانوں کی اپنی تہذیب
ہے۔ ہم مسلمانوں کو اس کو اپنانا
چاہیے اور غیر اقوام کی جاہلیت
کی تہذیب سے کنارہ کرنا چاہیے۔
اسی میں ہر مسلمان خاتون کی بھلائی
اور دارین کی سرخروئی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہماری ماؤں
بہنوں کو فہم سلیم عطا فرمائے،
تاکہ وہ اپنی عصمت کی حفاظت
کر سکیں۔

قدم اسلام کے راستہ میں بڑھاتے جاؤ
جس قدر سنگ گراں آئیں ہٹاتے جاؤ

رشتہ سرا خدا کی خدائی سے ٹوٹ جائے
چھوٹے نہ مگر ہاتھ سے دامانِ مصطفےٰ ﷺ
(مولانا ظفر علی خانؒ)

خطبہ جمعہ

ترتیب: مولانا عبدالرؤف فاروقی

تمام انبیاء علیہم السلام نے سب سے پہلے توحید ہی کی دعوت دی

○ جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عُبَیداللہ انور مدّ ظلہم ○

الحمد للہ و کفیٰ و سلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفےٰ، خصوصًا علیٰ سید الرسل وخاتم الانبیاء؛ امّا بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ——

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْہِ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ

محترم حضرات! گذشتہ جمعہ کے خطبہ میں اسلام کے بنیادی عقیدہ مسئلہ توحید کے متعلق قرآن حکیم کی ایک آیت کریمہ کے حوالہ سے آپ پر واضح کیا گیا کہ یہ مسئلہ اسلام میں اس قدر اہمیت کا حامل ہے کہ اللہ تعالٰے نے کائنات کی تخلیق سے قبل ہی بنی آدم کی ارواح سے وعدہ لیا تھا کہ دنیا میں میری توحید کے عقیدہ کو قبول کر کے ہمیشہ شرک سے بیزار رہنا کہ کوئی مخلوق کسی بھی درجہ میں میرے ساتھ کسی پہلو سے بھی شریک نہیں ہو سکتی —— پھر اللہ تعالٰے کا خصوصی فضل و احسان ہے کہ انہوں نے بنی آدم کو یہی وعدہ یاد دلانے کے لیے ہر دور میں انسانوں میں سے ہی چند انسانوں کو منتخب کر کے نبوت و رسالت کے بلند منصب پر فائز کر کے یہ فریضہ سپرد کیا کہ وہ لوگوں کو اللہ تعالٰے کے ساتھ کیا ہوا توحید کو قبول کرنے کا وعدہ یاد دلاتے رہیں۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسٰی علیہ السلام تک تقریباً سوا لاکھ نبیوں نے اپنے اپنے دور میں اپنے اس فرض منصبی کو ادا کیا اور ایک لمحہ کے لیے بھی کسی نبی نے اپنی ذمہ داری کے ادا کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی، مصلحت، مصالحت اور سمجھوتے کا ارتکاب نہیں کیا۔

قرآن حکیم میں بڑی تفصیل اور وضاحت کے ساتھ انبیاء کرام کی تبلیغ توحید اور پیغام ہدایت کا ذکر موجود ہے کہ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ "تحقیق ہم نے (حضرت) نوح (علیہ السلام) کو اُن کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا تو حضرت نوحؑ نے کہا۔ اے میری قوم! صرف اللہ کی عبادت کرو کہ جس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں۔"

حضرت نوح علیہ السلام نے تقریباً نو سو سال سے زائد عرصہ اپنی قوم کو اللہ تعالٰے کی توحید کو تسلیم کرنے اور شرک سے توبہ کرنے کی تبلیغ کی اور اس عرصہ میں اس پیغام کے ردِّ عمل کے طور پر قوم نے آپ کو مسلسل تکلیفیں دیں اور مختلف قسم کی اذیتوں سے یہ کوشش کی کہ پیغام توحید کی یہ آواز دب جائے لیکن حضرت نوحؑ نے بڑے حوصلہ اور پیغمبرانہ جذبے کے ساتھ اپنے مشن کو جاری رکھا۔ اسی طرح قرآن میں ہے کہ وَاِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا

لَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ " اور ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ھُودؑ کو بھیجا انہوں نے (بھی) فرمایا کہ اے میری قوم! صرف اللہ کی عبادت کرو، کہ اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں۔ "وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صٰلِحًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ" اور ہم نے قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا تو انہوں نے (بھی) فرمایا۔ اے میری قوم! صرف اللہ تعالیٰ کی پرستش کرو کہ اس کے علاوہ تمہاری پوجا کے لائق کوئی نہیں۔" وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ۔ اور ہم نے مدین کی طرف اُن کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا انہوں نے (بھی یہی) فرمایا کہ "اے میری قوم! صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو کہ اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں"۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تفصیلی واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کے مقابلہ میں اپنے پیغمبر حضرت موسیٰؑ کو مبعوث فرمایا کہ فرعون خود الوہیت کا دعوے دار بن بیٹھا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نمرود کے مقابلہ میں پیغام توحید لے کر تشریف لائے کہ وہ بھی اپنی حکومت اور اقتدار کے بل بوتے پر لوگوں سے سجدہ کراتا تھا اور اپنی خدائی کا اقرار کراتا تھا۔

حضرت زکریا و یحییٰ، حضرت یعقوب و یوسف، حضرت یونس و ادریس اور حضرت عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے واقعات بھی اسی حقیقت کے شاہد ہیں کہ ایک تو ہر نبی اپنی قوم کا فرد ہوتا تھا اور اولاً اپنے رشتہ داروں اور برادری کے لوگوں کو ہی ہدایت کی طرف دعوت دیتا تھا، دوسرے یہ کہ تمام انبیاء کی تبلیغ و دعوت کا نکتۂ آغاز ہی مسئلہ توحید تھا ہر نبی اور ہر رسول علیہ السلام نے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی الوہیت و ربوبیت اور وحدانیت کی طرف بلایا اور شرک و بت پرستی کی نفرت پیدا کرنے کی جد وجہد کی کہ شرک بہت بڑی لعنت ہے جس سے نسل انسانیت کا دور رہنا ہی اس کی نجات کا ذریعہ ہے۔

خطبۂ مسنونہ میں تلاوت کردہ آیت کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کی اجتماعی دعوت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ کہ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْ اِلَیْہِ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ۔ "اے پیغمبر! اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی ایسا پیغمبر نہیں بھیجا جس کے پاس یہ وحی نہ بھیجی ہو، کہ میرے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں، پس میری ہی عبادت کرو"۔ گویا ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام سے کوئی ایک نبی بھی ایسا نہیں گذرا کہ جس کو یہ حکم نہ دیا گیا ہو کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کا پابند ہے اور ویسے انسانیت کی تخلیق کا بنیادی مقصد بھی قرآن میں یہی بیان کیا گیا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ۔ کہ ہم نے جنوں اور انسانوں کو پیدا ہی اس لیے کیا ہے کہ وہ ہماری عبادت کریں۔

محترم حضرات! خاتم الانبیاء حبیب کبریا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یوں تو بت پرست معاشرے میں رہتے ہوئے بھی کسی بت کو سجدہ نہیں کیا اور چالیس سال کے طویل عرصے میں ایک لمحے کے لیے بھی شرک کا تصور نہیں کیا۔ لیکن جب آپؐ نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا تو سب سے پہلے لوگوں کو اسی بنیادی عقیدہ کو قبول کرنے کی دعوت دی۔ چنانچہ سیرت کے واقعات شاہد ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ملا کہ "یا ایھا المدثر قم فانذر وربک فکبر" اے کپڑے میں لپٹنے والے!

اٹھو پھر کافروں کو ڈراؤ، اور اپنے رب کی بڑائیاں بیان کرو۔ تو آپؐ نے صفا کی پہاڑی پر کھڑے ہو کر تمام اہل مکہ کو بلایا اور اپنی صداقت و عظمتِ کردار کا اقرار کرا لینے کے بعد اپنی نبوت و رسالت کا اعلان کرتے ہوئے سب سے پہلے یہی پیغام دیا کہ قُولُوا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ " اے مکہ کے بسنے والو میں تمہاری طرف یہ دعوت لے کر مبعوث ہوا ہوں کہ " لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ " کہہ کر تمام معبودانِ باطل اور جھوٹے خداؤں کی خدائی کا انکار کر کے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی الوہیت و ربوبیت کو تسلیم کرو کہ حقیقت میں اس کے علاوہ کوئی ذات عبادت کے لائق ہی نہیں۔ پھر نبی کریم علیہ السلام نے اپنی پوری زندگی اس پیغام کو لوگوں تک پہنچانے اور اس دعوت کو عام کرنے کے لیے وقف رکھی۔ ہر قسم کی مصیبتوں اور رکاوٹوں کے باوجود آپ اپنے مشن پر، فریضۂ رسالت کی ادائیگی اور نسلِ انسانیت کی فلاح و کامیابی کے اس نسخہ کیمیا کی اشاعت کے لیے ڈٹے رہے اور کسی لمحہ بھی اس سے غافل نہ ہوئے۔

حضرات! انشاء اللہ قرآنؐ حدیث اور سیرتِ نبیؐ کی روشنی میں آپ کے سامنے آئندہ جمعہ اسی عقیدہ کی وضاحت پر کچھ معروضات پیش ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ ہمارے عقائد کی اصلاح فرمائیں۔ وما علینا الا البلاغ

بقیہ : احادیث الرسولؐ

تحاریک کو پروان چڑھانے کے لیے جھوٹی احادیث گھڑیں — ان خوف خدا سے بے نیاز عناصر نے کمال ڈھٹائی اور بے شرمی سے اپنی خود ساختہ چیزوں کو سرکار کی ذات اقدس کی طرف منسوب کیا لیکن اللہ کی ان گنت رحمتیں نازل ہوں حضرات محدثین اور اصحاب جرح و تعدیل پر کہ انہوں نے مسلسل محنت اور دماغ سوزی سے کام لے کر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا۔ "اسماء الرجال" کا عجیب و غریب فن جہاں مسلمانوں کی علم دوستی بلکہ علم پروری کا غماز ہے وہاں وہ ان باطل پرست افراد کی نقاب کشائی کا مؤثر ترین ذریعہ ہے۔ جنہوں نے کائنات کے سب سے بڑے اور صادق ترین انسان کی طرف اکاذیب و اباطیل کی نسبت کرنے سے گریز نہیں کیا۔ اس فن کے ذریعہ "راویانِ حدیث" میں سے ایک ایک کے حالات پر گفتگو کی گئی۔ ان کے عقیدہ و عمل، ان کی قوت حفظ، ان کی ثقاہت و عدالت کیسی ہے اس کا پتہ اسی فن سے معلوم ہوا روایات حدیث پر نقد و جرح ہوئی اور جہاں صحیح احادیث کے متعدد مجموعے محدثین کرام کی محنت و سعی سے معرضِ وجود میں آگئے وہاں "موضوعات" کے مجموعے بھی سامنے آئے تاکہ قیامت تک جھوٹے افراد کی گھڑی ہوئی روایات دنیا کے سامنے رہیں اور دنیا کے لیے اپنے عظیم المرتبت پیغمبر کے ارشادات پر عمل آسان ہو۔

"میری طرف جھوٹ کی نسبت کرنے والا اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے" کے علاوہ بھی متعدد روایات میں آنحضرت علیہ السلام نے ایسے افراد کے متعلق وعیدیں بیان فرمائیں۔ لیکن یہ وعید اپنی شدت کے اعتبار سے زیادہ سخت ہے۔ اور واقعی وہ آدمی ایسے ہی انجام کا مستحق ہے جو ایسی ذات کی طرف جھوٹ منسوب کرتا ہے جس کے بدترین دشمن بھی اسے کائناتِ ارضی کا صادق ترین انسان کہتے ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم۔

واہ کینٹ کے درس قرآن وحدیث کی

سولھویں سالگرہ کی روئیداد

از۔ محمد عثمان غنی، بی اے، واہ کینٹ،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۴ ستمبر ۱۹۸۰ء کو منزل انوار القرآن، بی ۲۵۸، لالہ رُخ، واہ کینٹ میں عشاقِ درسِ قرآن وحدیث دور دراز مقامات سے سفر کرکے علی الصبح ہی جمع ہوگئے۔ مخدومنا ومرشدنا جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب دامت برکاتہم کی کار اٹک شہر سے درس گاہ پر آکر رکی تو سب کے چہرے خوشی سے کھل اُٹھے۔ حضرت اقدس کے ہمراہ حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا غلام قادر صاحب مدظلہ، حاجی نبی احمد صاحب، میاں محمد صادق صاحب اور محترم حاجی بشیر احمد صاحب تشریف لائے۔

پروگرام ٹھیک صبح نو بجے شروع ہوگیا جناب قاری محمد ارشد حسن صاحب سلمہٗ نے تلاوتِ کلامِ پاک فرمائی اور پھر حسبِ پروگرام حضرت مولانا غلام قادر صاحب نے اپنی تقریر دل پذیر سے منزل انوار القرآن کو منور فرمایا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان بیان فرمائی اور حاضرین کے ازدیادِ ایمان کا سامان مہیا فرمایا۔ یہ تقریر الگ پیش کی جائے گی۔

اس کے بعد حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب دامت برکاتہم نے سورۃ الرحمٰن کے پہلے رکوع کی تلاوت فرمائی پھر درسِ قرآن دینا چاہا لیکن آپ کے لب کپکپا رہے تھے آواز چوک کر حلق میں رُک گئی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور سارا ہال سناٹے میں آکر سکتہ طاری ہوگیا۔ حاضرین کی آنکھیں بھی اشکبار ہوگئیں۔ کافی دیر کے بعد تھرتھراتی آواز سے حضرت قاضی صاحب نے سلسلۂ کلام شروع فرمایا تو یہ جملہ ادا کرنے کے بعد آپ پر وہی کیفیت طاری ہوگئی: "یہ درسِ قرآن چند ناتوان انسانوں کی توجہ سے ۱۹۶۴ء میں شروع ہوا تھا۔ آج ۱۹۸۰ میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ایک تناور، ایسا سایہ دار اور پھل دار درخت بن چکا ہے کہ جس کے سائے میں ہزاروں انسان آرام وراحت اور روحانی مسرتیں حاصل کر رہے ہیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر بے انتہا ادا کرنا ہے اور اپنے واجب الاحترام ولی ابن ولی کا شکریہ بھی ادا کرنا ہے جن کی روحانی برکات ہم جیسے گنہ گاروں پر عفو وکرم کا پردہ ڈال رہی ہیں۔" یہ جملہ حضرت قاضی صاحب نے تین دفعہ آواز توڑ کر اور سسکیاں بھرتے ہوئے ادا کیا اور پھر آپ پر رقت طاری ہوگئی اور آپ کی آواز ڈوب گئی دیر تک خاموشی چھائی رہی، پتہ بھی نہ ہلتا تھا، عجیب رقت انگیز منظر تھا۔ درس بمشکل تمام ۲۵ منٹ تک دینے کے بعد آخر میں حضرت قاضی صاحب نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ سنایا جو دونوں استاد بھائی تھے اور آپس میں گہری موانست رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت تھانویؒ کے ہاں مہمان تھے تو فرمانے لگے کہ تم وعظ کہو، حضرت تھانویؒ نے فرمایا آپ کی موجودگی میں وعظ نہیں کہا جا سکتا کیونکہ آپ کے علم کا رعب مجھ پر طاری ہے۔

اس واقعہ کے بعد حضرت قاضی صاحب نے

حضرت اقدس مولانا عبید اللہ انور صاحب
دامت برکاتہم کی طرف اشارہ فرمایا کہ
آپ کی موجودگی میں بیان کرنا مشکل ہے۔
حضرت قاضی صاحب نے دعائیہ جملے
بولے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حضرت عالی
مقام کا سایۂ ہمایا یہ ہمارے سروں پر
تا دیر سلامت رکھے، اللہ تعالیٰ اس
خاندان کو قیامت تک آباد رکھے، اللہ تعالیٰ
ہماری زندگیاں بھی ان کو دے دے،
ہم تو بے کار ہیں، ہمارا جینا مرنا برابر
ہے۔ اگر ان کو یہ زندگیاں مل گئیں تو ان کے
در سے کئی مخلوقات فیض پا رہی ہیں۔

سالانہ رپورٹ

درس کی سولہ سالہ کارکردگی پیش کرتے
ہوئے راقم الحروف نے مندرجہ ذیل سالانہ
رپورٹ پیش کی:

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد
اس خداوند قدوس کا بے انتہا شکر
ہے جس نے ۱۹۶۴ء سے لے کر ۱۹۸۰ء
تک اپنے کلام پاک اور اپنے حبیب صلی اللہ
علیہ وسلم کی احادیث کے درسوں کا سلسلہ
ہم بے مایہ لوگوں کے ہاں قائم رکھا۔ اللہ
تعالیٰ اس درس کو تا ابد قائم رکھے اور
یہ سلسلۂ خیر مزید ترقی کرتا چلا جائے۔

گزشتہ سال گرہ ماہ مئی ۱۹۷۹ء میں
منعقد ہوئی تھی۔ اس عرصہ میں مندرجہ
ذیل سورتوں پر درس قرآن مجید ہوا۔
مئی ۷۹، تا جون ۷۹، سورۃ ق، جولائی تا
ستمبر سورۃ الذاریات، اکتوبر تا دسمبر
۷۹، سورۃ الطور، جنوری ۸۰ تا اپریل
سورۃ النجم، مئی تا اگست ۸۰، سورۃ القمر
اور آج ماہ ستمبر سے سورۃ الرحمٰن شروع
ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت قاضی صاحب
کو سلامت باکرامت رکھے۔

درس قرآن مجید کے ساتھ ساتھ
درس حدیث نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام
کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ ماہ مئی ۷۹،
سے لے کر ماہ اگست ۸۰ تک کل گیارہ
احادیث مبارکہ پر درس ہوا جن
کے راویان گرامی یہ ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت
انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابی تمیمہ
رضی اللہ عنہ، حضرت ابی امامہ رضی اللہ
عنہ، حضرت سعید بن ابراہیم رضی اللہ عنہ
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت
عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت
عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ، اور حضرت
ابی حسیب رضی اللہ عنہ۔

ایک حدیث کا متن اور ترجمہ تبرکاً
پیش خدمت ہے:

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما
قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اعطوا الاجیر
حقہ قبل ان یجف عرقہ

حضرت عمرؓ کے بیٹے سے روایت ہے
اللہ تعالیٰ باپ بیٹے دونوں سے راضی
ہو۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دے ڈالو اجیر
کو، مزدور کو، محنتی کو حق اس کا اس سے
پہلے کہ اس کا پسینہ خشک ہو۔

مجلس ذکر کا سلسلہ بھی برابر جاری
ہے۔ اس عرصہ میں محترم صوفی محمد یونس
صاحب نے کل گیارہ مجالس ذکر کرائیں
منزل انوار القرآن کے ناظم جناب قاری
نور النبی صاحب پنجوقتہ نماز باجماعت کا
اہتمام کرنے کے ساتھ ساتھ نماز تراویح اور
بچوں کو قرآن کریم پڑھانے کا کام جاری
رکھے ہوئے ہیں۔ اس سال ۵۳ بچے
بچیاں زیر تعلیم ہیں۔ مدرسہ ہذا میں تمام
بچوں کو مفت تعلیم دی جاتی ہے کسی قسم
کی فیس وغیرہ نہیں لی جاتی۔ گزشتہ عرصہ
میں ۱۳ بچوں اور ۳ بچیوں نے قرآن پاک
ختم کیا۔

حضرت قاضی صاحب کی گرانقدر دینی
اور علمی تصانیف کے ساتھ ساتھ ان کا
جاری فرمودہ ماہنامہ "الارشاد" بھی
اٹک شہر سے باقاعدگی سے شائع ہو رہا
ہے۔

آج کی سالانہ تقریب میں ہمارے
دینی، ایمانی اور روحانی مربی جن کو ہم امام
الہدیٰ کہتے ہیں جانشین شیخ التفسیر حضرت
مولانا عبید اللہ انور صاحب دامت برکاتہم
جلوہ فرما ہیں آپ ہم پر کس درجہ شفیق ہیں
کہ باوجود مسلسل ناسازی طبع کے بھی
واہ کینٹ کے پروگرام کی سرپرستی فرماتے
ہیں۔ سفر بالکل بند ہیں لیکن یہ ان کی خصوصی
نوازش ہے کہ وہ ہمیں اپنی دعاؤں
سے محروم نہیں فرماتے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے
گرامی قدر مرشد و مربی کو صحت کاملہ عاجلہ
عطا فرمائے اور ان کی برکات و فیوضات
کو تا دیر جاری و ساری رکھے۔ ہمارے
ایک اور کرم فرما ہمارے حضرت رحمۃ اللہ
علیہ کے خلیفۂ مجاز اور مدرسہ اسلامیہ فاروقیہ

ملتان کے مہتمم حضرت مولانا غلام قادر صاحب مدظلہ العالی بھی دور دراز کا سفر کر کے تشریف لائے اور ہمیں اپنے ارشاداتِ عالیہ سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے تمام بزرگوں کا سایہ ہمارے سروں پہ قائم رکھے

گزشتہ عرصہ میں ہماری جماعت کے دو بزرگ ہم سے جدا ہو کر جنت الفردوس میں جا پہنچے۔ ایک کا اسم گرامی حضرت میاں عبدالہادی صاحب المعروف بہ حضرت دین پوری ثانی رحمۃ اللہ علیہ ہے جن کا وصال ماہِ اگست ۱۹۷۸ء میں ہوا، اور دوسرے بزرگ حضرت مولانا محمد شعیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو ضلع شیخوپورہ میں وصال فرما گئے ان کا وصال جون ۱۹۷۹ء میں ہوا۔ یہ دونوں بزرگ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء مجاز تھے۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

احقر محمد عثمان غنی ناظم درس ڈی-۲-۷ واہ کینٹ۔ مورخہ ۲۵ شوال المکرم ۱۴۰۰ھ مطابق ۶ ستمبر ۱۹۸۰ء

دستخط صاحب سند
محمد زاہد الحسینی

دستخط سرپرست
احقر عبیداللہ انور

رپورٹ کے بعد حضرتِ اقدس مولانا عبیداللہ انور صاحب دامت برکاتہم نے قرآنِ مجید ختم کرنے والے بچوں بچیوں کو حضرت قاضی صاحب کی تصنیف "شانِ صحابہؓ" کے ساتھ اپنی جیب خاص سے ۵ روپے فی بچہ انعام بھی عطا فرمایا اور بچوں کے سروں پہ دستِ شفقت بھی پھیرا

آخر میں حضرتِ اقدس نے اپنے خطاب لاجواب سے حاضرین کو مستفیض فرمایا۔ حضرت اقدس کی تقریر الگ مرتب ہو رہی ہے جو بعد میں ہدیہ قارئین کرام کر دی جائے گی۔

درس حضرتِ اقدس کی دعاؤں پر ختم ہوا اور پھر مہمانانِ گرامی کھانا کھا کر اپنی اپنی منزلوں کو روانہ ہو گئے

حضرتِ اقدس مولانا عبیداللہ انور صاحب دامت برکاتہم کی ریڑھ کی ہڈی کافی عرصہ سے خرابیٔ صحت کا باعث بنی ہوئی ہے۔ کئی برس قبل ایک بس میں کھڑے ہوئے سفر کرتے ہوئے جھٹکا لگنے سے یہ عارضہ لاحق ہوا اور کافی علاج کے باوجود بھی آرام نہیں آیا۔ مزید برآں حضرت کو شوگر، بلڈ پریشر اور مسلسل چکر آنے کا بھی عارضہ لاحق ہے آرام نہیں ملتا۔ مزید برآں مصروفیات بے حد ہیں۔ مجلس ذکر، خطبہ جمعہ اور سالکین کی طرف توجہ وغیرہ اس قدر ہیں کہ رات رات بھر مصروف رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت صاحب کو صحتِ کاملہ عاجلہ عطا فرمائے

رائے گرامی

حضرت مولانا غلام قادر صاحب مدظلہ العالی

حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ارشد حضرت مولانا غلام قادر صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل کلمات درج رجسٹر فرماتے:۔

"آج ۶/۹/۸۰ حسب اشارہ حضرت قاضی صاحب دامت برکاتہم وحسب حکم غنی مدظلہ درس قرآن وحدیث کی سولھویں سالگرہ کے موقع پر ولی اِبن ولی حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب دامت برکاتہم کی معیت میں حاضری کا موقعہ اللہ تعالیٰ نے بخشا۔ برادر محترم خوشی محمد صاحب وجملہ احباب کی زیارت سے بے حد خوشی ہوئی۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کو تاقیامت ایسے ہی قائم و دائم رکھے۔

والسلام خادم اہل سنت
غلام قادر
مہتمم مدرسہ اسلامیہ فاروقیہ (رجسٹرڈ) عقب کچہری ملتان۔

مستورات بغیر محرم کے سفر نہ کریں

محمد شفیع عمر الدین — میرپور خاص سندھ

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ! میری بیوی حج پر جا رہی ہے اور میرا نام فلاں جہاد میں جانے کے لیے لکھا گیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

اِنْطَلِقْ فَحُجَّ مَعَ اِمْرَأَتِکَ

جاؤ اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔ (ریاض الصالحین بحوالہ متفق علیہ)

وہ حضرات اس واقعہ سے سبق لیں جو اپنی مستورات کو بلا محرم سفر پر بھیج دینے سے گریز نہیں کرتے۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو جہاد جیسے اہم ترین فریضہ پر جانے سے روک دیا گیا اور اس کی زوجہ کو خاوند کے بغیر اکیلے سفر کرنے کی اجازت نہ فرمائی۔ اگر فی زمانہ اس حدیث مبارک پر پوری طرح عمل کیا جائے تو بسا اوقات جو ناخوشگوار اور رونگٹے کھڑے کرنے والے واقعات کانوں تک پہنچتے رہتے ہیں ان کا قطعی طور پر قلع قمع ہو جائے۔

جب ایک عورت کے لیے شوہر یا محرم کے بغیر حج کے سفر پر جانا درست نہیں تو دوسرے سفروں پر اس کا بغیر محرم یا شوہر کے جانا کیسے روا ہو سکتا ہے؟

نیز حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جو عورت اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اس کے لیے حلال نہیں کہ جب تک اس کا محرم اس کے ساتھ نہ ہو وہ اکیلی ایک رات دن کی منزل کا سفر کرے۔" (مشارق الانوار)

ایک روایت میں یوں بھی ہے کہ عورت کو سفر کرنا درست نہیں مگر محرم کے ساتھ۔

(ف) عورت کا محرم وہ مرد ہے جس کے ساتھ اس کا نکاح کبھی درست نہ ہو۔ جیسے باپ، بھائی، چچا، بھتیجا، بھانجا، بیٹا، نواسا، پوتا۔ عورت کو بدوں خاوند یا محرم کے سفر کرنا "حرام" ہے۔ درست نہیں۔ اس میں بڑے فساد ہیں۔ (مشارق الانوار بحوالہ بخاری و مسلم ص۹۶۶، ص۱۰۷)

حضرت امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "عورتوں کو عمدہ لباس نہ پہنائیں تاکہ وہ اپنے گھروں میں بیٹھی رہیں۔ کیونکہ جب ان کا لباس اچھا ہوگا تو ان میں باہر جانے کی خواہش ظاہر ہوگی۔ (کیمیائے سعادت حضرت امام غزالیؒ فارسی ص۱۲۹)

فی زمانہ دیکھا جائے تو اس قول کی حقیقت بالکل آنکھوں کے سامنے آ جاتی ہے کیونکہ زرق و برق اور انواع و اقسام کے لباس ہی ہیں جو بے حجابانہ عورتوں کو گلیوں، بازاروں، کلبوں اور دوسری تقریبات اور تفریح گاہوں کی راہ دکھاتے ہیں۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ "حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اگر ملاحظہ فرماتے کہ اب عورتیں (بناؤ سنگار میں) کس طور پر ہیں، تو انہیں (نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں جانے

(باقی ۶ پر)

تحریر: محمد عثمان غنی بی اے، واہ کینٹ

قرآن مجید سے بڑھکر کوئی انقلابی کتاب نہیں ہے

تقریر: — حضرت مولانا محمد عبید اللہ انور صاحب، دامت برکاتہم

مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۸۰ء بروز ہفتہ واہ کینٹ میں حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب دامت برکاتہم کے درس قرآن وحدیث کی سولہویں سالگرہ منعقد ہوئی۔ جس کی سرپرستی فرمانے کے لیے مخدوم ومادی مرشدنا حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب زید مجدکم جلوہ افروز ہوئے اور ایک دل افروز روح پرور تقریر ارشاد فرمائی۔ حضرت اقدس کے ارشادات عالیہ کا قلمی عکس پیش خدمت ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ البقرہ (۲۱)

ترجمہ: اے لوگو اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا۔ اور انہیں جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔

حضرت کا اظہارِ مسرت

میرے واجب الاحترام بزرگ حضرت قاضی صاحب! حضرت مولانا غلام قادر صاحب! اور ایسے ہی میرے محترم بھائی خوشی محمد صاحب، بھائی عثمان صاحب! اور جتنے یہاں تشریف فرما ہیں۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ کی حیثیت سے سب ہمارے بھائی ہیں اور یہ خون کے رشتوں سے روحانی رشتہ، ذہنی رشتہ، عقیدے کا رشتہ زیادہ قوی اور اقویٰ ہوتا ہے۔ سالانہ آپ کی زیارت اللہ تعالیٰ قرآن پاک کی برکت سے کراتے ہیں۔ ایک دوسرے کو ملنے کا شرف حاصل ہوتا ہے۔

یہ اللہ کا کرم اس کا احسان ہے کہ یہ قرآن کا پودا جو آج سے سولہ سال پہلے یہاں درس قرآن کی شکل میں لگا اب وہ بارآور درخت کی شکل میں آپ کے سامنے ہے اور کس طرح مخلوقِ خدا کہاں کہاں سے چل کر کے اس فیض سے جرعہ نوشی کے لیے اس چشمۂ فیض سے فیضیاب ہونے کے لیے حاضری ہوئی ہے

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اس مالک اور خالق کا خاص کرم ہے۔

قرآن حکیم بمنزلہ دریا کے ہے

یہ آیت اتفاقاً کل ذہن میں آئی جمعے کو وہاں لاہور میں اور آج بھی اتفاق سے مجھے یہی خیال ہوا کہ یہ آیت تبرکاً پڑھوں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایک خاص واقعہ بیان فرمایا کرتے تھے — وہ فرمایا کرتے تھے قرآن دریا ہے دریا اپنا راستہ خود بنایا کرتا ہے گندہ پانی نکالنے کے لیے نالیاں اور موریاں، سیوریج کھودے جاتے ہیں۔ اور تب گندہ پانی جو ہے، خراب پانی، مستعمل پانی خارج ہوتا ہے لیکن قرآن ہے دریا، حضرت فرمایا کرتے تھے دریا میں جو کوئی رکاوٹ ڈالتا ہے خس وخاشاک کی طرح اسے بہا کر کے لے جاتا ہے دریا محتاج نہیں کہ آپ اس کے لیے نالی کھودیں اور وہ باہر جائے وہ فرمایا کرتے تھے، یہ قرآن ہے قرآن۔ یہ خدا کا کلام ہے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے نظارۃ المعارف القرآنیہ میں قرآن کی خدمت سپرد کی اور ان کو کابل جانے کا حکم دیا۔ حضرت قاضی صاحب صحیح فرما رہے تھے، ہندوستان کی حقیقی آزادی علماء کی برکت سے ہوئی ہے اور انہی کے فیضانِ فیض میں سے قرآن حکیم کے درس اور یہ مدارس دینیہ اور مساجد آباد ہیں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے جو سکھی لڑائی یہاں لڑی ہے کفر کے خلاف، باطل کے خلاف اندرونی اور بیرونی فتنوں کے خلاف ہر جگہ وہ ڈٹے رہے ہیں اب بھی ڈٹے ہوئے ہیں۔ یہ دراصل علماءِ اُمتی کانبیاءِ بنی اسرائیل کا حقیقی فرض ادا کر رہے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے

پہلے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر کم و بیش اور اس طرح ان کے واسطے سے اللہ کی یہ ہدایت مختلف اقوامِ عالم کو ملی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخری پیغمبر ہیں۔ آدم علیہ السلام کا ابھی پتلا بھی خمیر اس کا مکمل نہیں ہوا تھا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور آپ کی خاتمیت کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ یعنی حقیقتِ محمدیہ پہلے وجود میں آئی اور انسان بعد میں نمودار ہوا اور ظہور پذیر ہوا۔ تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اب نبی آخر الزماں، تمام اقوامِ عالم کے ہادی، مرشد، رہنما لیڈر، جو بھی کہیے نجات دہندہ ہیں اور سب کی مغفرت انہی کی شفاعت پر موقوف ہے شفاعت کبریٰ کا منصب ہے تو یہ الہامی کتاب خدا کے آخری پیغمبر کے واسطے سے ہمیں ملی۔ یہ ساری الہامی کتابوں کی مصدق اور متمم ہے اور اسی کیلئے فرمایا۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناط (مائدہ ۳) ایک یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر یہ آیت ہمارے ہاں نازل ہوتی۔ تو ہم عید مناتے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ تم ایک عید مناتے تو ہم دو عیدیں تو ویسے ہی مناتے ہیں اور ہمیں یاد ہے۔ کہ جمعے کے دن حجۃ الوداع جو حج اکبر بھی ہے قرآن کی یہ آیت آخری نازل ہوئی۔ ہر جمعہ گویا مسلمانوں کی چھوٹی عید ہے اور اس دن ہم خدا کا شکر بجا لاتے ہیں اور دوگانہ عید ہی کی طرح پڑھتے ہیں اور غسل کرتے ہیں۔ صاف ستھرے عید کی طرح کپڑے پہنتے ہیں تو گویا ہم سال بھر عیدیں ہی مناتے رہتے ہیں۔ تو قرآن کی قدر جو مسلمان کر سکتا ہے دوسرا کہاں کر سکتا ہے۔ حضرت عمرؓ کا ہی واقعہ ہے کہ یہی سورۃ بقرہ اللہ کے صاحبزادے کے متعلق روایتیں آتی ہیں کہ آٹھ سال میں یا دس سال میں انہوں نے جناب رسول اللہ ؐ سے پڑھی پھر اونٹ ذبح کرکے لوگوں کو کھلائے کہ اللہ نے قرآن کی سمجھ دی۔ پھر اس قرآن کی برکت سے انہوں نے ایسی زبردست حکومت قائم کی اور خلافت الکبریٰ قائم کی جو سب سے بڑی الہامی نظام کی حکومت ہوتی ہے پھر ایک عمرؓ کے ماننے میں کہتے ہیں، بائیس لاکھ چھپن ہزار مربع میل فتوحات ایک حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ہوئیں —— بائیس لاکھ چھپن ہزار مربع میل —— اور وہ دور ہوائی جہاز کا نہیں، ریڈیو کا نہیں، وائرلیس کا نہیں، یہ آج کی سہولتیں ہیں سائنس کی، یہ قطعاً نہیں، نہ سڑکیں ہیں نہ موٹریں ہیں، نہ بسیں ہیں، نہ کاریں ہیں۔ اس کے باوجود کوئی صحابی چین میں آج محوِ استراحت ہے کوئی کابل میں محوِ استراحت ہے اندازہ لگا لیجئے ؎

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

یہ ہے قرآن کی انقلابی کتاب۔ حضرت فرمایا کرتے تھے، قرآن ہے انقلابی کتاب۔ خالی الذہن ہوکے کسی اللہ والے سے سن لیں جس کے دل میں ایمان ہو، دائیں ہاتھ میں قرآن ہو، بائیں ہاتھ میں حدیث خیر الانام ہو۔ اور خالی الذہن ہو کر کے اللہ کے کلام کو سن لے یا خود پڑھ لے تو اس کی کایا پلٹ جاتی ہے۔

قرآن انقلابی کتاب ہے

چنانچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے جب شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اس زمانے میں دیکھا کہ مسلمان ایک قرآن، ایک خدا، ایک قبلہ ایک نبی، ایک اللہ کے ماننے والے ہیں اور ان میں تشتت، افتراق اور آپس میں بہت زیادہ بدنظمی، اور ان میں فرقہ بندی ہو گئی ہے تو غور و فکر کرنے کے بعد انہوں نے فیصلہ کیا کہ قرآن ہی ایک حرف آخر باقی رہ گیا ہے اسی قرآن پر مسلمانوں کو پھر جوڑنا چاہیئے اور پھر سے مسلمانوں کو قرآن کی دعوت دینی چاہیئے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ارشاد ہے کہ میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں اُمت کے اندر —— ترکت فیکم امرین۔ جب تک انہیں تھامے رہیں گے گمراہ نہ ہوں گے اور جب یہ ان کے ہاتھوں سے چھوٹ گئیں تو گمراہی آگئی۔ تو پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کرنے پر فرمایا کہ جب اُمت گمراہی میں اور فتنہ فساد میں مبتلا ہو گئی تب بھی ہدایت اس وقت بھی ہو سکتی ہے کسی چیز سے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ پھر اس چیز سے اس کی اصلاح ہوگی۔ جس سے پہلی دفعہ ہوئی تھی، یہ یہی ہے قرآن۔ چنانچہ حضرت شیخ الہند جب واپس آئے مالٹے سے، تو ایک بہت بڑے مجمعے میں دیوبند میں اساتذہ کے سامنے فرمایا۔ مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے لکھا ہے اسے اپنے معارف القرآن میں جو ان کی تفسیر ہے انہوں نے لکھا ہے کہ میں نے بڑا غور کیا کہ مسلمان کیوں تباہ و برباد ہوئے ہیں؟ کیوں مسلمان ذلیل و خوار ہو رہے ہیں؟ اتنی بڑی تعداد میں ہیں اور مٹھی بھر مسلمان تھے، دنیا کے حکمران تھے اور آج ذلیل ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ غور و فکر کرنے کے بعد یہ بات سمجھ میں آئی کہ مسلمان قرآن سے بے تعلق ہو گیا ہے۔ قرآن سے دور ہو گیا ہے اور ان میں آپس میں اختلاف، گروہ بندی، ایک دوسرے پر الزام و اتہام اور ان دونوں چیزوں کو چھوڑنا چاہیئے۔ یہ ان کا آخری بیان ہے اور

وہ پہلا ان کا ملکی پروگرام تھا۔ چنانچہ دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ اور علی گڑھ یونیورسٹی کے اساتذہ نے مل کر پروگرام بنایا کہ قرآن کی روشنی اور قرآن کا انقلابی جو پروگرام ہے۔ ان دونوں کو اکٹھا بیٹھ کر پڑھایا جائے تو علی گڑھ یونیورسٹی کے کچھ گریجویٹس اور کچھ دیوبند کے فضلاء نظارۃ المعارف القرآنیہ کے نام سے بعد میں دلّی میں پہلے دیوبند میں مولانا سندھیؒ حضرت شیخ الہندؒ کے حکم سے پڑھاتے رہے پھر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا عبیداللہ سندھیؒ کو کابل میں بھیج دیا اور خود وہ مالٹے وغیرہ میں گرفتار ہو گئے بعد میں جاکر ریشمی رومال کی تحریک میں۔ تو حضرتؒ فرمایا کرتے تھے مسجد فتحپوری میں یہ مدرسہ تھا۔ شمالی جانب مجھے بٹھایا۔ فجر کی نماز سے پہلے اور فرمایا کہ تمہاری حضرت امروٹیؒ اور حضرت دین پوریؒ کے ہاتھ پر جو بیعت ہے جو تزکیے کی ہے میں تم سے خدمتِ قرآن کی بیعت لینا چاہتا ہوں، "میرے ہاتھ پر یہ بیعت کرو۔ کہ روزانہ ایک آیت، ایک آدمی مل گیا اس کو یا جتنی آیتیں یا جتنے آدمی مل جائیں ان کو ضرور پڑھاؤ"، یہ تمہارا میرے بعد فرض ہے۔ پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس عہد کو جس طرح نبھایا وہ میں ہی جانتا ہوں، میں ان کے ساتھ رہا۔ سفر میں، حضر میں، کئی دفعہ حج اور عمرے کے پروگرام میں رہا ہوں۔ بحری جہازوں میں درس اللہ کے فضل سے ان کے جاری رہے۔

حضرتؒ کا ایک واقعہ

ایک واقعہ یاد آیا۔ جب میں دیوبند سے فارغ ہوا ۱۹۴۶ء میں۔ تو حضرت حج کرایا کرتے تھے بیٹوں کو۔ دیوبند سے فارغ ہونے کے بعد اس سال حضرت تشریف لے گئے، والدہؒ بھی ساتھ تھیں اور دیگر افرادِ خانہ بھی تھے تو اس جہاز میں اللہ کی قدرت ایس۔ ایس انگلستان جہاز کا نام تھا بمبے کا تھا سٹیم سپ کمپنی کا وہ عملے کا عملہ سارا ہی تھا بے نماز۔ اور حضرتؒ بے نماز کا کھانا نہیں کھاتے تھے وہ کہتے تھے اللہ کے نام کی برکت سے جو میں نے اللہ والوں کی جوتیوں کی خاک کا سُرمہ جو بنا کر آنکھوں میں چالیس سال ڈالا ہے اس کے وہ موتی ملے ہیں جو بادشاہوں کے تاجوں میں بھی نہیں ہیں ان میں سے ایک موتی یہ ہے کہ اللہ کے نام کی برکت سے میرے سامنے کوئی چیز آتی ہے اللہ کے نام کی توجہ دیتا ہوں تو مجھے پتہ چل جاتا ہے کہ اس میں ظلمت ہے یا نُور ہے اور ظلمت کہاں سے آئی؟ اور وہ بے نماز کا کھانا ہو تو ظلمت مجھ پر نمودار ہوتی ہے تو میں اس سے بچ جاتا ہوں اللہ نے مجھے بچنے کی توفیق دی ہے، یہ موتی مجھے اللہ والوں کے جوتوں کے صدقے میں مجھے ملا ہے۔ چنانچہ حضرتؒ دو تین دن کھانا نہ کھایا حاجی دین محمدؒ نے وہاں حضرت کے خاص خادم انہوں نے مجھ سے کہا کہ حضرتؒ کی طبیعت شاید ٹھیک نہیں ہے، تو یہاں ڈاکٹر ہیں، علاج معالجہ ہو سکتا ہے۔ حضرت سے پوچھا۔ انہوں نے کہا مجھے اللہ نے صبر دیا ہوا ہے۔ پُوچھا بات کیا ہے؟ کہ مجھے یہ اس طرح سے ظلمت نظر آتی ہے تو انہوں نے پوچھا کہ حضرت! کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ انہوں نے کہا میرا خیال یہ ہے کہ بے نماز کھانا پکاتے ہیں ان سے جاکر تحقیق کی تو پتہ چلا پورا عملہ چالیس کے چالیس جو آدمی ہیں سب بے نماز ہیں۔ حاجی صاحبؒ نے ان سے کہا بھائی پڑھو نماز۔ ہاں سائیں پڑھیں گے پڑھیں گے۔ کچھ بمبئے کے تھے کچھ سندھ کے تھے۔ کپڑے دھوئیں گے کل کو پڑھیں گے۔ حضرتؒ درس دیا کرتے تھے روزانہ۔ وہاں کچھ افغان علماء اور طلباء تھے کچھ حضرتؒ کے شاگرد بھی تھے تو حضرتؒ سندھی میں درس دیتے تھے کیونکہ مُسلمان سندھی اس جہاز میں جا رہے تھے۔ سندھ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ رہے ہیں تو بہت اعلیٰ سندھی میں تقریر کیا کرتے تھے۔ دس پندرہ منٹ سندھی میں، دلّی کے بھی کافی حضرات تھے پندرہ منٹ تک اُردو میں درس دیتے اب افغانوں نے کہا ہمیں بھی آپ فارسی میں درس دیں تو کچھ افغانستان میں رہے تھے تو زبان ان کی فارسی بھی صاف تھی۔ چنانچہ افغانیوں کو فارسی میں درس دیتے۔ اب اللہ کی قدرت کچھ کھا رہے نہیں روزانہ ان کو تقریر میں بھی کہتے ہیں کہ یہاں تم حاجیوں کی خدمت کر رہے ہو۔ نماز پڑھو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا اجر عطا فرمائیں گے وعدہ کریں لیکن سات دن اللہ کے بندوں کو توفیق نہ ہوئی کپڑے دھوکر نماز پڑھنے کی، سات دن تک جہاز میں حضرت نے کھانا نہ کھایا، پانی پیتے رہے اور وہاں جاکر بیمار ہو گئے بہاولپور کے نواب صاحب کے مخصوص ڈاکٹر تھے گھریلو، وہ اسی پہ سفر کر رہے تھے۔ حضرتؒ سے ان کا تعلق تھا انہوں نے بڑے علاج معالجے کئے مگر آرام نہ آیا پیچش بہت تکلیف دے رہی تھی مکے شریف میں، تو آخر ایک دن کہنے لگے کہ ڈاکٹر صاحب! میں بھی حیران

ہوں کہ ہم بجائے اس کے رُوحانی فیض حاصل کرتے زمزم سے، ہم اعدائے اسلام کی بنی ہوئی دوائیں، انگریزوں کے بنے ہوئے ٹیکے لگا رہے ہیں۔ آپ مہربانی کیجئے مجھے، کوئی دوائی کوئی ٹیکہ نہ دیجئے۔ اللہ کے سپرد کر دیجئے میں لوٹا بھر کے زمزم کا لایا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں شفا ڈالی ہے۔ بس صبح ایک لوٹا، ایک دوپہر کو، شام تک اللہ تعالیٰ نے بھلا چنگا اور تندرست کر دیا۔ وہ فرمانے لگے میں نے کچھ کھویا نہیں، گنوایا نہیں، پایا ہی ہے۔ مجھے کوئی تکلیف نہیں، ان سات دنوں میں مجھے اللہ تعالیٰ نے صبر دیا تھا۔ اندازہ لگائیے یہ ہے اللہ والوں کے جوتوں کا فیض جو اللہ کے نام سے حاصل ہوا۔

ایک ہندو کا ایمان لانا

یہ آیت میں نے بطور خاص میں نے پڑھی ہے اس کے ساتھ بھی ایک عجیب واقعہ منسوب ہے۔ حضرتؒ ہر جگہ درس دیتے تھے۔ چنانچہ ۱۹۳۱ء میں غالباً کشمیر تحریک چل رہی تھی اس میں ہزاروں علماء تھے۔ ۲۵ ہزار مسلمانوں نے علماء کی قیادت میں جیلیں بھر دیں۔ ایک وفد میں حضرتؒ بھی تھے اور یہ سارا وفد جمع ہوگیا علماء سنٹرل جیل میں، مفتی کفایت اللہؒ، حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا احمد سعیدؒ، اپنے حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور بھی کئی علماء تھے مولانا معین الدین اجمیریؒ وغیرہ، تو اللہ کی قدرت ہے کہ وہاں وہ درس دیتے تھے تو پھر ان کو قید تنہائی دی گئی کہ یہ قرآن کا درس نہ دے سکیں۔ انگریزوں کے دور کی بات ہے تو تب بھی وہ دائیں بائیں جو مسلمان ہوتے، ان کو قرآن حضرت پڑھاتے رہتے تھے۔ شکایت پہنچی تو پھر ان کے دائیں بائیں ہندوؤں کی کوٹھڑیاں لگا دی گئیں تو ان کو منتقل کیا گیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ، ایک چٹرجی تھے ڈبل ایم اے، ان کا واقعہ سنایا کرتے تھے، بنگال کا تھا کمیونسٹ، حضرتؒ نے فرمایا بیٹا! اگر تم کہو تو میں تمہیں قرآن سنایا کروں؟ حالانکہ جیل میں تو فرض فرض باقی نہیں رہتا۔ نماز بھی باجماعت موقوف ہو جاتی ہے۔ مجبوری ہے میں یہ واقعہ سناتا ہوں کہ پاگل کا اثر کیا ہوتا ہے اور حضرت قاضی صاحب کو چونکہ اللہ نے علی توفیق دی، یہ اسی کے مجھے آپ کے چہروں پر یہ آثار نظر آرہے ہیں کہاں کہاں سے چلے آرہے ہیں اور بھی بھی جس طرح بھائی عثمان نے کہا میں نے کافی عرصے سے سفر ترک کئے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ قرآن کی برکت ہے مجھے کھینچے لیے آتی ہے۔ اللہ کی قدرت۔ تو بہرحال وہ چٹرجی نے کہا میں نے انگریزی میں انجیل، تورات بھی مطالعہ کی ہے۔ میں نے وید بھی پڑھے ہیں۔ میں قرآن پڑھنا چاہتا ہوں۔ لیکن عربی ہے بڑا اچھا ہوگا کہ میں بھی بیکار ہوں یہاں، اور آپ بھی فارغ ہیں تو حضرت نے اس کو ترجمہ شروع کرایا اور قرآن کے مضامین سنانے شروع کئے جب یہ آیت آئی جو میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہے يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ○ اس کا ترجمہ جب پڑھایا اتنا خوش ہوا اتنا مسرور ہوا کہنے لگا حضرت! مجھے دو منٹ کے لیے اجازت دیں۔ اجازت دی تو جا کر کے غسل کر کے نیا لباس پہن کے فوراً آکر کہتا ہے آپ مجھے پڑھائیں کلمہ پہلے، پھر آگے پڑھوں گا۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ زندگی بھر میں نے کسی مسلمان کو، سینکڑوں مردوں کو، عورتوں کو قرآن پڑھایا۔ اتنا خوش اور مسرور اتنی جلدی ان پر اثر ہوتے ہوئے نہیں دیکھا۔ میں نے پوچھا چٹرجی! بات کیا ہے۔ کہنے لگے جی کہ میں ساری زندگی سے غور کر رہا تھا کہ انجیل میں انجیل والوں کو مخاطب کیا جاتا ہے، تورات میں تورات والوں کو، ہندوؤں کی پستکوں کی کتابوں میں ان کو مخاطب کیا جاتا ہے میں سوچتا تھا کہ سچا خدا اور سچا خدا کائنات کا خالق اور مالک تو میرا اور آپ کا پالنہار اور پروردگار بھی تو آخر کوئی نہ کوئی ہے، وہ کون ہے؟ تو اس قرآن نے میرا یہ عقدہ حل کیا ہے اللہ نے کہا۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ کسی مخصوص طبقے کو خطاب نہیں ہے۔ یہودی، نصرانی کو بلکہ اے بنی نوعِ انسان! اے انسانو! اعْبُدُوا عبادت کرو۔ الَّذِي خَلَقَكُمْ جس نے تم کو پیدا کیا وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ اور تم سے پہلوں کو، تمہارے باپ دادا کو آدم علیہ السلام تک پیدا کیا لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ○ تاکہ تم متقی بن جاؤ۔ پرہیزگار ہو جاؤ۔ شریعتِ اسلامیہ پر چلنے کی توفیق تمہیں ہو جائے تو کہنے لگا میرا آج جواب مجھے مل گیا ہے اور میں یقین سے کہتا ہوں کہ یہ اسی خدا کا کلام ہے جس نے یہ کائنات بنائی۔ اور مجھے اور آپ کو پیدا کیا میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ میں اب مسلمان ہوں اور

(باقی ۳۴ پر)

حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

قسط نمبر ۱

خاندان و وطن

مولانا ذوالفقار علی دیوبند کے عثمانی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے والد ماجد کا نام شیخ فتح علی تھا۔ شیخ صاحب کے تین صاحبزادے تھے جن میں ایک مولانا ذوالفقار علی ہیں

مولانا اصغر حسین لکھتے ہیں: (حیات شیخ الہند از مولانا اصغر حسین (دار الکتب اصغریہ دیوبند ۱۹۴۸ء) صفحہ ۶

"اس قصبہ (دیوبند) کے مسلمانوں میں غالب و معزز عنصر ہمیشہ سے خلفاء راشدینؓ کی اولاد یعنی شیوخ کا رہا ہے بعض صدیقی ہیں اور بعض عثمانی —— اسی مبارک (عثمانی) سلسلہ کے چند معزز خاندانوں میں حضرت مولانا (محمود الحسن ولد ذوالفقار علی) کا خاندان ہے۔ حضرت کے جدِ امجد شیخ فتح علی صاحب تھے۔ ان کے تین صاحبزادے تھے جن میں حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب ایک نہایت صاحب اقبال اور دینی و دنیاوی حیثیتوں سے صاحب وجاہت و عزت عالم تھے۔"

دیوبند: دیوبند اپنی علمی، دینی اور تاریخی روایات کے اعتبار سے دنیا کے ان تاریخی مقامات میں سے ہے جو قوموں کی تاریخ میں انقلاب آفریں سمجھے جاتے ہیں اور یہ واقعہ ہے کہ آج دیوبند کی شہرت و عظمت ایشیا سے گذر کر دوسرے براعظموں تک پہنچ چکی ہے — دیوبند اپنی آبادی کی وسعت یا صنعت و تجارت کی مرکزیت کے اعتبار سے کوئی بڑا شہر نہیں لیکن اپنی قدامت، تاریخی اہمیت اور ایشیا میں مسلمانوں کا علمی مرکز ہونے کے لحاظ سے جس شہرت و عظمت کا مالک ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ الغرض قصبہ دیوبند مولانا ذوالفقار علی کا مولد و منشا بھی ہے اور تاریخی عظمت کا حامل بھی، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کی مختصر تاریخ بیان کر دی جائے۔

قدامت دیوبند

دیوبند کی قدامت سے متعلق بے شمار روایات مشہور ہیں، ان سب کا ذکر تو غیر ضروری ہے۔ البتہ چند روایات ملاحظہ فرمایئے ؛۔

مولانا فصیح الدین اپنے جغرافیہ ضلع سہارنپور میں دیوبند کی آبادی کی نسبت لکھتے ہیں۔ (تاریخ دیوبند از محبوب رضوی (ادارہ تاریخ دیوبند ۱۹۵۲ء) ص۱۶ "آبادی نہایت پرانی سمت بکرم جیت سے پہلے کی ہے۔"

"ہندی زبان کے ہندو سنسکرت کا ایک کینڈر" کے مصنف نے لکھا ہے (ہندو سنسکرت کا کینڈر ص۳۲ شائع کردہ نرائن نند سرستی) ص۴۰، دیوبند کا ذکر مارکنڈے پران سے ملتا ہے جس سے قدامتِ دیوبند ثابت ہے۔ نیز یہ بھی مشہور ہے کہ کوروں پانڈوں کے عہدِ حکومت میں دیوبند آباد تھا۔

مولانا ذوالفقار علی نے اپنی عربی تصنیف الہدیۃ السنیہ میں قدامت دیوبند پر نہایت ادیبانہ انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ لکھتے ہیں (الہدیۃ السنیہ از مولانا ذوالفقار علی (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۷ھ) ص۱،

"فکورۃ قدیمۃ وقصبۃ عظیمۃ و مدینۃ کریمۃ، وبلدۃ فخیمۃ کانہا اوّل عمران عمر بعد الطوفان، ذات المعاھد الوسیعۃ والمساجد التی فیھا والمعالم المشھورۃ والمقابر المزورۃ والآثار المحمودۃ والاخبار المسعودۃ وابنیۃ مرصوصۃ وامکنۃ مخصوصۃ"

ترجمہ: یہ ایک قدیم آبادی ہے بہت بڑا قصبہ، محترم اور عظیم الشان قصبہ ہے، معلوم ہوتا ہے کہ طوفان نوح کے بعد کی ابتدائی بستیوں میں سے ہے اس کی عمارات و مساجد نہایت وسیع و رفیع ہیں۔ آثار قدیمہ و مزارات اولیاء اللہ کثرت سے ہیں۔ اس کے آثار محمودہ اور حالات مبارکہ مشہور

صحابہ رضی اللہ تعالٰی علیہم اجمعین ہمارے ہیں

قسمت حجازی، اوکاڑہ

وہ شاہد نبوت کے، خدا کو بھی پیارے ہیں
وہ ٹھنڈک ہیں آنکھوں کی، نبیؐ کے دُلارے ہیں

صحابہؓ ہمارے ہیں، صحابہؓ ہمارے ہیں

حبیبِ خدا ہیں، جاں نثارِ محمدؐ ہیں
نبیؐ جی کو پیارے وُہ، نبیؐ ان کو پیارے ہیں

صحابہؓ ہمارے ہیں، صحابہؓ ہمارے ہیں

ابوبکرؓ ہوں، فاروقؓ ہوں یا وہ عثمانؓ ہوں
وہ شیرِ خداؓ ہوں، سب ہی روشن ستارے ہیں

صحابہؓ ہمارے ہیں، صحابہؓ ہمارے ہیں

چلو جس کے پیچھے تم، ہدایت ہی پاؤ گے
یہ فرمانِ حضرتؐ ہے، صحابہؓ ستارے ہیں

صحابہؓ ہمارے ہیں، صحابہؓ ہمارے ہیں

نچھاور کیا اسلام پر مال و زر اپنا
گواہ اُن کی قربانی پہ قرآں کے پارے ہیں

صحابہؓ ہمارے ہیں، صحابہؓ ہمارے ہیں

مساوات کا نقشہ دکھایا ہے دنیا کو
غریبوں کے حامی، بےکسوں کے سہارے ہیں

صحابہؓ ہمارے ہیں، صحابہؓ ہمارے ہیں

بلاغت جو قرباں ہے، فصاحت بھی نازاں ہے
خطابت کی دنیا میں، وہی ماہ پارے ہیں
صحابہؓ ہمارے ہیں، صحابہؓ ہمارے ہیں

ابوبکرؓ و عمرؓ سردار ہیں اہلِ جنّت کے
حبیبِ خدا کے باغ کے پھول پیارے ہیں
صحابہؓ ہمارے ہیں، صحابہؓ ہمارے ہیں

کریں جان قرباں ازواجِ نبیؐ پر سب
جو آلِ نبیؐ ہے اُن پہ شیدا یہ سارے ہیں
صحابہؓ ہمارے ہیں، صحابہؓ ہمارے ہیں

وُہ ظالم ہے جو دل سے نہ برحق انہیں مانے
وُہ معیارِ حق ہیں، دین کے روشن ستارے ہیں
صحابہؓ ہمارے ہیں، صحابہؓ ہمارے ہیں

ہیں چاروں خلیفہ شمعِ وحدت کے پروانے
مسلماں کو اپنی جان سے بڑھ کر وہ پیارے ہیں
صحابہؓ ہمارے ہیں، صحابہؓ ہمارے ہیں

کہا ہے خیارکم انہیں خود پیمبرؐ نے
بشارت جنہیں دی، اُن میں شامل یہ سارے ہیں
صحابہؓ ہمارے ہیں، صحابہؓ ہمارے ہیں

میں مدحِ صحابہؓ کرتا جنّت میں جاؤں گا
قمرؔ وُہ کہیں گے خود، چلو ہم تمہارے ہیں
صحابہؓ ہمارے ہیں، صحابہؓ ہمارے ہیں

تبصرہ کے لیے کتاب کی دو جلدیں ضرور بھیجیے۔ (ایڈیٹر)

تعارف و تبصرۂ کتب

حفظ الایمان

از: حکیم الامت مولانا تھانویؒ
اعلیٰ ایڈیشن -/۱۵ ادنیٰ ایڈیشن مجلد -/۹
ناشر: انجمن ارشاد المسلمین ۷-بی شاداب کالونی حمید نظامی روڈ لاہور

حفظ الایمان وہ کتاب ہے جو حضرت حکیم الامت تھانویؒ قدس سرہ نے ایک سائل کے جواب میں سپرد قلم فرمائی۔ سجدہ تعظیمی، غیر کعبہ کا طواف اور حضور علیہ السلام کو علی الاطلاق عالم الغیب کہنے سے متعلق مسائل دریافت کیے گئے تھے انہی کا جواب تھا اور ایسا کہ اس میں ہر بات کمال درجہ توازن و احتیاط سے سپرد قلم کی گئی تھی۔

غیر ملکی راج کا دور تھا۔ اور انگریز مدبرین ہر طبقہ میں لڑائی اور پھوٹ ڈال کر اپنے اقتدار کو طول بخشنے کی فکر میں تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت سید احمد شہید رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے مجددین امت کے علمی و روحانی وارث انگریز کی زد میں تھے کہ انہی سے اصل خطرہ تھا انہیں بدنام کرانا اور رسوا کرانا سب سے بڑی ضرورت تھی۔ بعض لوگ اس مقصد میں کام آئے۔ ان میں ایک "صاحب" ایسے تھے جنہوں نے اس فن میں خاصی شہرت حاصل کی اور وہ حرمین شریفین تک پہنچے تاکہ ان حضرات کے خلاف اپنی تکفیری مہم پر وہاں کے عمائدین و اہل علم کے دستخط ثبت کرا سکیں۔ جن تحریرات کو اس مقصد کے لیے خاص طور پر نشانہ بنایا گیا ان میں حضرت تھانوی قدس سرہٗ کی زیر تبصرہ کتاب بھی تھی۔ حضرت تھانوی اور آپ کے قافلہ کے اکابر و اصاغر نے ملت کو انتشار و تفریق سے بچانے کی خاطر ہر موقعہ پر کمال خلوص و دیانت سے کام لیا۔ باوجودیکہ کتاب میں ایسی کوئی چیز نہ تھی جس سے ذات رسالت مآبؐ کی توہین کا ادنیٰ پہلو سامنے آتا ہو کیونکہ ان حضرات سمیت پوری امت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ ذات رسالتؐ کی ذرہ برابر توہین زوال ایمان کا باعث ہے (والعیاذ باللہ) لیکن اس کے باوجود حضرت تھانویؒ نے بعض مخلصین کی توجہ دلانے پر اگلے ایڈیشن میں ترمیم فرما دی اور وہ ترمیم شدہ نسخہ خود تھانہ بھون سے شائع ہوا۔ اسے اتفاق کہیے کہ اس ترمیم شدہ نسخہ کے بجائے پرانا نسخہ اب تک چھپتا رہا۔

انجمن ارشاد المسلمین لاہور کے ارباب حل و عقد جو اس قسم کے نوادرات کو چھاپنے میں سرگرم عمل ہیں انہوں نے ترمیم شدہ نسخہ چھاپ کر ملت پر احسان کیا ہے ساتھ ہی انجمن کے سیکرٹری صاحب کا طویل مقدمہ شامل ہے جس میں متعلقہ مسائل پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ یہ نسخہ اس قابل ہے کہ ہر ذی شعور تک پہنچے اور ہر لائبریری کی زینت ہو تاکہ تکفیر بین المسلمین کے رسیا لوگوں کا مؤثر جواب دیا جا سکے۔

چراغ سنت

تصنیف: حضرت مولانا سید فردوس علی شاہ صاحب

قیمت : ۳۰/- روپے
ملنے کا پتہ : مکتبہ نذیریہ منیر شہید روڈ بالمقابل جاوید مارکیٹ اچھرہ لاہور

مولانا سید فردوس علی شاہ صاحب دنیائے علم و عرفان کے عظیم فرزند ہیں۔ آپ نے نصف صدی سے زائد کا وقت قصور جیسے شہر میں توحید و سنّت کی مشعل جلائی۔ اور اپنے بڑھاپے اور نقاہت کے باوجود اب بھی مصروف عمل ہیں آپ کی تدریسی تصنیفی خدمات ہزاروں گم کردہ راہ لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنیں اور وہ اللہ تعالٰے کے آخری نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کے سچے پیروکار بن گئے۔

زیر تبصرہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۹۵۹ء میں شائع ہوئی اور شائع ہوتے ہی توجہات کا مرکز بن گئی۔

چند در چند وجوہات کی بناء پر اتنا عرصہ گزر جانے کے باوجود کتاب دوبارہ نہ چھپ سکی۔ تاآنکہ اب کچھ عرصہ پیشتر مصنّف علام کے فیض یافتہ اور اشاعت توحید و سنّت سے والہانہ لگاؤ رکھنے والے ایک صاحب دل عالم دین نے اپنی تمامتر کس مپرسی کے باوجود دین اسلام کی اشاعت کے جذبہ سے از سر نو چھپوایا۔ جس میں حضرت مصنّف کا مفصل دیباچہ طبع دوم شامل ہے۔ جس سے کتاب کی تصنیف و اشاعت سے متعلق مکمل داستان اور جوابی کارروائیوں کا اندازہ ہو سکے گا۔

اس عنوان پہ اب تک جو کتابیں سامنے آئی ہیں ان میں اس کتاب کو چند در چند وجوہات کی بنا پر بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس میں اہل حق کا مکمل دفاع کیا گیا ہے۔

ہم اہل دل مسلمانوں سے خاص طور پہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ اس کتاب کی اشاعت میں بیش از بیش دلچسپی لے کر تبلیغی فریضہ سے سبکدوش ہوں گے

حکایت مہر و وفا

(بزرگانِ دیوبند اپنے ہمعصر علماء و مشائخ کی نظر میں)

ترتیب : سیّد نفیس الحسینی صاحب
قیمت : ۱/۵۰ روپیہ
ملنے کا پتہ : انجمن ارشاد المسلمین لاہور

حافظ کا مشہور شعر ہے ؎

ما قصۂ سکندر و دارا نخواندہ ایم
از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

اب سے تھوڑا عرصہ پہلے امّت کے مختلف طبقات جن میں خاص طور پہ حضرات مشائخ و علماء شامل ہیں۔ اس شعر کی مکمل تفسیر تھے۔ ان میں علمی و فقہی اختلاف ضرور تھے لیکن ایسے نہیں کہ وہ ایک دوسرے کی توہین و تنقیص کریں یا تکفیر بازی کے مشغلہ میں مبتلا ہو جائیں۔ دیانتدارانہ علمی اختلاف کے باوصف وہ ایک دوسرے کو غایت درجہ احترام و عقیدت کی نظر سے دیکھتے، ایک دوسرے سے ملتے اور احترام بجا لاتے لیکن بد قسمتی سے اب کچھ دنوں سے وہ بات باقی نہیں رہی۔ اور اب ایک دوسرے کو نیچا دکھانا ہی سب سے بڑی خدمت قرار پایا ہے۔ اس طرز عمل سے اہل دین اور خود دین کے وقار کو جتنا نقصان پہنچا ہے اس کا اندازہ ہمارے نادان دوستوں کو شاید نہیں۔ اس کے باوجود معاشرہ میں ایسے افراد موجود ہیں جو اس داستانِ پارینہ کو دہرانا ہی زندگی کا مشن سمجھتے ہیں اور محض اس لیے کہ امّت کے مختلف طبقات آپس میں شیر و شکر ہو کر رہیں۔

انہی بندگانِ خدا میں ہمارے محترم سید نفیس شاہ صاحب ہیں جن کا اس عنوان پر ایک انتہائی قیمتی مقالہ "الرشید" کے دارالعلوم دیوبند نمبر میں شائع ہوا تھا وہی مقالہ انجمن نے خوبصورتی اور اہتمام کے ساتھ چھاپ دیا ہے کیا عجب

(باقی ۲۳ پر)

ہے تکبر زر پہ لا حاصل کہ بعد از مرگ بس
ایک ہی رستہ ہے سب شاہ و گدا کیواسطے

مال و زر ملک و زمین گنج و سپاہ
کب کسی کو ہے بقا سب ہے فنا کیواسطے

ہیں۔ اس میں عمارات نہایت مستحکم و پختہ ہیں۔

وجہ تسمیہ

دیوبند کی وجہ تسمیہ سے متعلق بھی متعدد مختلف روایات مشہور و معروف ہیں لیکن اکثر ان میں بے بنیاد ہیں ــــ مجدد الف ثانیؒ کی سیرت زبدۃ المقامات جو اوائل گیارھویں صدی ہجری کی تصنیف ہے اس میں ایک مکتوب بنام شیخ احمد دیبینیؒ کے ذیل میں تحریر ہے (تاریخ دیوبند ص۲۱)

"دیبن موضعی ست از مضافات سہارن پور میان دو آب"

دیوبند میں ایک بزرگ قالو قلندر گذرے ہیں، جن کا مزار تحصیل کے قریب سبزی فروشوں کے بازار میں واقع ہے، تذکرۃ العابدین ص۲۷۹ پر ان کا سن وفات ۸۲۵ھ/۱۴۳۱ء تحریر ہے۔ ان قالو قلندرؒ کا ایک شعر عام طور پر زبان زد ہے جس میں دیوبند ہی نظم کیا گیا ہے۔ اس شعر کا پہلا مصرعہ یہ ہے:

قالو قلندر ست بدروازہ دیوبند

ان تحریری اسناد سے یہ واضح ہوتا ہے کہ دیبن اور دیوبند دونوں نام مدت مدید سے مروج اور زبان زد ہیں ــــ پنڈت نند کشور ضلع سہارنپور کی تاریخ میں دیوبند کی وجہ تسمیہ کے بارے میں لکھتا ہے۔ (تاریخ سہارنپور مطبوعہ ۱۸۶۸ء ۱۲۸۵ھ) ص۱۲۷-۱۳۰ بحوالہ تاریخ دیوبند از محبوب رضوی ص۱۹)

"وجہ تسمیہ قصبہ میں بہت سی روایات زبان زد ساکنین قصبہ کے ہیں، مگر قرین قیاس وجہ تسمیہ کے یہ معلوم ہوتی کہ پہلے اس موقع پر جنگل لق و دق تھا۔ ایک مکان معروف "دیوی کنڈ" اور دوسرے جنگل میں "بلاس" اس موقع پر واقع تھے، ان دونوں مکانوں کے سبب سے نام نہاد "دیوبند" مشہور ہوا پہلے اس مقام کو "دیبی بن" کہتے تھے۔ کثرت استعمال سے دیوبند ہو گیا۔"

یہ روایت عقل و قیاس کے اعتبار سے صحیح معلوم ہوتی ہے کہ دیوبند "دیوی" اور "بن" سے مرکب ہے تصرف متکلمین سے دیوبند ہو گیا۔

محل وقوع

"قصبہ دیوبند یوپی کے مغربی ضلع سہارنپور میں پنجاب دہلی ریلوے لائن پر واقع ہے سہارنپور سے ۲۰ میل بجانب جنوب ہے دہلی تقریباً یہاں سے ۹۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ معززین و شرفا کی بستی ہے۔ دیوبند کے شمال میں سہارنپور، جنوب میں مظفر نگر، مشرق میں بجنور اور مغرب میں کرنال ہے۔ اس کے شرق میں دریائے گنگا بہتا ہے اور مغرب میں دریائے جمنا۔ دیوبند ان دونوں مشہور دریاؤں کے وسط میں واقع ہے شیر شاہ سوری کی وہ شاہراہ اعظم جو کلکتہ سے پشاور تک پھیلی ہوئی ہے، دیوبند سے گذرتی ہے ــــ ہندو مسلم آبادی عجیب طرز پر واقع ہے۔ شہر کے جانب غرب میں مسلمان اور جانب شرق میں ہندو آباد ہیں۔ درمیان میں حد فاصل کے لیے بازار ہے ہر فرقہ کا مستقل محلہ ہے۔

(تاریخ دیوبند از محبوب رضوی (ادارہ تاریخ دیوبند ۱۹۵۲ء) ص۲۴ و تذکرہ مشائخ دیوبند از مفتی عزیز الرحمٰن (قرآن محل، مولوی مسافر خانہ کراچی، ۱۹۶۴ء) ص۱۸۴

دیوبند میں مسلمانوں کی آمد

دیوبند میں مسلمانوں کی آمد کے زمانہ کی صحیح تعیین مشکل ہے تاہم دیوبند کے معلوم بزرگوں میں مندرجہ ذیل مزارات سب سے قدیم سمجھے جاتے ہیں۔

شیخ علاؤالدین مشہور بشاہ جنگل باشؒ یہ بزرگ محدث ابن جوزی کے شاگرد اور شیخ شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ ہیں۔ شیخ سعدی شیرازی ان کے ہم درس اور خواجہ تاش تھے ــــ ایک روایت ہے کہ شیخ سعدی شیرازی نے سیاحت ہند کے دوران میں انہی بزرگ کی ملاقات کے لیے دیوبند ورود فرمایا تھا۔ بوستان کے آخر میں سومنات کے مندر سے واپسی پر خود شیخ نے ہندوستان سے گذرنے کا ذکر کیا ہے۔

بہند آمدم بعد ازاں رست خیز
وز انجا براہ یمن تا حجیز

"شاہ جنگل باش نے ۶۴۲ھ/۱۲۴۱ء میں وفات پائی۔ دیوی کنڈ کے قریب ان کا مزار ہے۔"

شیخ شہاب الدین بخاری مشہور بشاہ ولایت نے جن کو شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی سے شرف بیعت حاصل تھا ۸۰۰ھ/۱۳۷۸ء میں وفات پائی ــــ دار العلوم کے جنوبی گوشہ میں مزار پر انوار ہے

"قالو قلندر کا مزار تحصیل کے قریب آبادی میں ہے ان کا سن وفات ۸۲۵ھ/۱۴۲۱ء ہے۔ ان کا ایک شعر زبان زد ہے۔

قالو قلندر ست بدروازہ دیوبند
آسندگان رحمت و باشندگان رنج

گیارھویں صدی ہجری کے اوائل میں سادات کے ایک خاندان کا اضافہ ہوا ہے۔ اس خاندان کے مورث اعلیٰ کا نام سید محمد ابراہیم ہے۔ ان کی وفات ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء میں ہوئی۔ دیوبند اور اطراف دیوبند میں دعوت و تبلیغ کا سلسلہ غالباً سب سے پہلے اسی بزرگ ہستی کی ذات سے انجام پذیر ہوا۔ دیوبند کی تاریخ میں اس سے قبل علم کی روشنی کا سراغ

ہیں۔ اس میں عمارات نہایت مستحکم و پختہ ہیں۔

وجہ تسمیہ

دیوبند کی وجہ تسمیہ سے متعلق بھی متعدد و مختلف روایات مشہور و معروف ہیں لیکن اکثر ان میں بے بنیاد ہیں ـــــ مجدد الف ثانیؒ کی سیرت زبدۃ المقامات جو اوائل گیارھویں صدی ہجری کی تصنیف ہے اس میں ایک مکتوب بنام شیخ احمد دیبنیؒ کے ذیل میں تحریر ہے (تاریخ دیوبند ص ۲۱)

"دیبن موضعی ست از مضافات سہارن پور میان دو آب"

دیوبند میں ایک بزرگ قالو قلندرؒ گذرے ہیں جن کا مزار تحصیل کے قریب سبزی فروشوں کے بازار میں واقع ہے، تذکرۃ العابدین ص ۲۷۹ پر ان کا سن وفات ۸۲۵ھ / ۱۴۳۱ء تحریر ہے۔ ان قالو قلندرؒ کا ایک شعر عام طور پر زبان زد ہے جس میں دیوبند ہی نظم کیا گیا ہے۔ اس شعر کا پہلا مصرعہ یہ ہے:

قالو قلندر ست بدر وازہ دیوبند

ان تحریری اسناد سے یہ واضح ہوتا ہے کہ دیبن اور دیوبند دونوں نام مدت مدید سے مروّج اور زبان زد ہیں ـــــ پنڈت نند کشور ضلع سہارنپور کی تاریخ میں دیوبند کی وجہ تسمیہ کے بارے میں لکھتا ہے۔ (تاریخ سہارنپور مطبوعہ ۱۸۶۸ء / ۱۲۸۵ھ) ص ۲۷-۱۶۰ بحوالہ تاریخ دیوبند از محبوب رضوی ص ۱۹)

"وجہ تسمیہ قصبہ میں بہت سی روایات زبان زد ساکنین قصبہ کے ہیں، مگر قرین قیاس وجہ تسمیہ کے یہ معلوم ہوئی کہ پہلے اس موقع پر جنگل لق و دق تھا۔ ایک مکان معروف "دیوی کنڈ" اور دوسرے جنگل (یعنی) "بن باس" اس موقع پر واقع تھے۔ ان دونوں مکانوں کے سبب سے نام نہاد "دیوبند" مشہور ہوا پہلے اس مقام کو "دیبی بن" کہتے تھے۔ کثرت استعمال سے دیوبند ہو گیا۔"

یہ روایت عقل و قیاس کے اعتبار سے صحیح معلوم ہوتی ہے کہ دیوبند "دیوی" اور "بن" سے مرکب ہے تصرف متکلمین سے دیوبند ہو گیا۔

محل وقوع

"قصبہ دیوبند یوپی کے مغربی ضلع سہارنپور میں پنجاب دہلی ریلوے لائن پر واقع ہے سہارنپور سے بیس میل بجانب جنوب ہے دہلی تقریباً یہاں سے ۹۱ میل کے فاصلہ پر ہے، معززین و شرفا کی بستی ہے۔ دیوبند کے شمال میں سہارنپور، جنوب میں مظفر نگر، مشرق میں بجنور اور مغرب میں کرنال ہے۔ اس کے شرق میں دریائے گنگا بہتا ہے اور مغرب میں دریائے جمنا۔ دیوبند ان دونوں مشہور دریاؤں کے وسط میں واقع ہے شیر شاہ سوری کی وہ شاہراہ اعظم جو کلکتہ سے پشاور تک پھیلی ہوئی ہے، دیوبند سے گذرتی ہے ـــــ ہندو مسلم آبادی عجیب طرز پر واقع ہے۔ شہر کے جانب غرب میں مسلمان اور جانب شرق میں ہندو آباد ہیں۔ درمیان میں حد فاصل کے لیے بازار ہے ہر فرقہ کا مستقل محلہ ہے۔ (تاریخ دیوبند از محبوب رضوی (ادارہ تاریخ دیوبند ۱۹۵۲ء ص ۲۴ و تذکرہ مشائخ دیوبند از مفتی عزیز الرحمٰن (قرآن محل، مولوی مسافر خانہ کراچی، ۱۹۶۴ء) ص ۱۸۴)

دیوبند میں مسلمانوں کی آمد

دیوبند میں مسلمانوں کی آمد کے زمانہ کا صحیح تعین مشکل ہے تاہم دیوبند کے معلوم بزرگوں میں مندرجہ ذیل مزارات سب سے قدیم سمجھے جاتے ہیں۔

شیخ علاؤ الدین مشہور بشاہ جنگل باشؒ یہ بزرگ محدث ابن جوزی کے شاگرد اور شیخ شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ ہیں۔ شیخ سعدی شیرازی ان کے ہم درس اور خواجہ تاش تھے" ـــــ ایک روایت ہے کہ شیخ سعدی شیرازی نے سیاحت ہند کے دوران میں انہی بزرگ کی ملاقات کے لیے دیوبند ورود فرمایا تھا۔ بوستان کے آخر میں سومنات کے مندر سے واپسی پر خود شیخ نے ہندوستان سے گذرنے کا ذکر کیا ہے۔

بہند آمدم بعد ازاں رست خیز
وز انجا براہ یمن تا حجیز

"شاہ جنگل باش نے ۶۴۲ھ / ۱۲۴۱ء میں وفات پائی۔ دیوی کنڈ کے قریب ان کا مزار ہے۔"

شیخ شہاب الدین بخاری مشہور بشاہ ولایت نے جن کو شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی سے شرف بیعت حاصل تھا ۸۷۰ھ / ۱۳۷۸ء میں وفات پائی ـــــ دار العلوم کے جنوبی گوشہ میں مزار پر انوار ہے

"قالو قلندر کا مزار تحصیل کے قریب آبادی میں ہے ان کا سن وفات ۸۲۵ھ / ۱۴۲۱ء ہے۔ ان کا ایک شعر زبان زد ہے۔ ؎

قالو قلندر ست بدر وازہ دیوبند
آئندگان رحمت و باشندگان رنج"

گیارھویں صدی ہجری کے اوائل میں سادات کے ایک خاندان کا اضافہ ہوا ہے۔ اس خاندان کے مورث اعلیٰ کا نام سید محمد ابراہیم ہے۔ ان کی وفات ۹۳۲ھ / ۱۹۲۲ میں ہوئی۔ دیوبند اور اطراف دیوبند میں دعوت و تبلیغ کا سلسلہ غالباً سب سے پہلے اسی بزرگ ہستی کی ذات سے سر انجام پذیر ہوا۔ دیوبند کی تاریخ میں اس سے قبل علم کی روشنی کا سراغ

نہیں ملتا۔

سید صاحب کے اخلاف کو عہد اورنگ زیب عالمگیر میں جاگیریں بھی عطا ہوئیں۔

دیوبند میں ایک مزار شیخ معز الاسلام کا ہے۔ صدیقی شیوخ کا سلسلۂ نسب دیوبند میں انہی سے چلا ہے۔ شیخ بہاؤ الدین ذکریا ملتانی سے مستفیض ہوئے تھے۔ ان کا مزار آدینی مسجد کے قریب واقع ہے

(۲۱،۲۲ تذکرۃ العابدین ص۲۶۲-۲۵۱ بحوالہ تاریخ دیوبند از محبوب رضوی (ادارہ تاریخ دیوبند ۱۹۵۲ء) ص۲۷-۲۸۔)

سلسلۂ نسب

دیوبند کے چھٹے بزرگ خواجہ ابوالوفار عثمانی ہیں ان کے زمانہ وفات کا پتہ نہیں چل سکا صرف اس قدر سراغ ملتا ہے کہ خواجہ صاحب شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی کے ابن عم ہیں۔ کبیر الاولیاء کا زمانہ وفات ۷۶۵ھ / ۱۳۶۳ء ہے اس سے قیاس ہوتا ہے کہ شیخ ابوالوفا دیوبند میں آٹھویں صدی ہجری کے کسی حصہ میں سکونت پذیر ہوئے تھے۔

شیخ عبدالرحمٰن اکبر جو حضرت عثمان کی چھٹی پشت میں ہیں حسب روایت اقتباس الانوار مدینہ منورہ سے ترک وطن کر کے گازرون علاقہ ماوراء النہر میں سکونت پذیر ہوئے۔ ان کی تیرھویں پشت میں شیخ ابوالعرفار دیوبند آئے اور مقیم ہو گئے۔

دیوبند کے عثمانی شیوخ انہی کی اولاد میں سے ہیں مولانا ذوالفقار علی دیوبندی کا سلسلہ نسب شیخ ابوالوفار عثمانی سے جا ملتا ہے، پھر حضرت عثمانؓ تک جا پہنچتا ہے۔

دیوبند کا مشائخ کا قیام

دیوبند دوآبہ کا مشہور شہر ہونے کے علاوہ اکابرین مشائخ کا قیام گاہ رہ چکا ہے چنانچہ سید احمد شہیدؒ نے اپنے دورہ میں کافی عرصہ تک یہاں قیام کیا ہے اور آپ کا قیام دارالعلوم دیوبند سے جانب شرق قاضی مسجد میں رہا ہے۔ یہاں سید صاحب کے بیشتر رفقاء دیوبند ہی کے باشندے ہیں۔ ان میں سے چند کے نام یہ ہیں: مولانا سید مقبول احمد، مولوی شمس الدین، شیخ رجب علی، شیخ منور علی، مولوی بشیر اللہ، مولوی فرید الدین، شیخ عبدالرزاق، شیخ حفیظ اللہ۔

چنانچہ سید صاحب کے زمانہ قیام میں یہاں آپ کے بکثرت مرید ہوئے کہ جن کی اولاد میں سے سید محمد عابد، حضرت شاہ رفیع الدین، مولانا ذوالفقار علی، مولانا مہتاب علی برادر مولانا ذوالفقار علی وغیرہ حضرات تھے۔"

تاریخ پیدائش

مولانا ذوالفقار علی کی تاریخ پیدائش صحیح طور پر معلوم نہیں ہو سکی۔ البتہ حیات شیخ الہند کا مصنف لکھتا ہے کہ مولانا نے ۱۵ر رجب ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء میں پچاسی سال کی عمر میں وفات پائی اس حساب سے آپ کی تاریخ پیدائش ۱۲۳۷ھ / ۱۸۲۱ء قرار دی جا سکتی ہے۔

(سلہ تاریخ دیوبند از محبوب رضوی (ادارہ تاریخ دیوبند ۱۹۵۲ء) ص۲۳۰، سلہ تذکرہ مشائخ دیوبند ص۱۶۷، ۱۸۵، سلہ حیات شیخ الہند از مولانا اصغر حسین (دار الکتب اصغریہ دیوبند ۱۳۴۵ھ) ص۹)

تعلیم و تربیت

مولانا ذوالفقار علی کی ابتدائی تعلیم و تربیت کے باب میں ہماری معلومات تشنہ ہیں، تاہم جو معلومات تحقیق و تفحص اور تلاش و جستجو سے بہم پہنچی ہیں اور امکانی سعی و تلاش کے نتائج سے جو نامکمل مرقع تیار ہو سکا ہے وہ پیش کرتے ہیں

ابتدائی تعلیم مکتب مہتابی میں

مولانا ذوالفقار علی نے ابتدائی تعلیم اپنے بڑے بھائی مولانا مہتاب علی سے پائی تھی مولانا مہتاب علی دیوبند کے مشہور عالم و مدرس تھے اور دیوبند میں آپ کا ابتدائی مکتب تھا سید محبوب رضوی مؤلف تاریخ دیوبند مکتب مہتابی کا ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں: (تاریخ دیوبند از محبوب رضوی اشاعت کردہ ادارہ تاریخ دیوبند اول ۱۹۵۲ء ص۹۶-۹۸)

"آخری زمانہ میں دیوبند میں قدیم طرز کے صرف تین مدرسوں کا پتہ چلتا ہے، ان میں سے ایک مدرسہ مولوی مہتاب علی کا تھا، دوسرا میاں جی امام علی کا، اور تیسرا جو مصر بجال سنگھ کے رئیس کے مکان پر جاری تھا۔ دیوبند کے مشہور بزرگ میاں جی منے شاہ صاحب پڑھاتے تھے۔ ان مدرسوں میں ہندو اور مسلمان بچے ساتھ ساتھ پڑھتے تھے۔ نصاب تعلیم میں فارسی اور حساب داخل تھا۔ ان مدرسوں میں سے بعض کے تعلیم یافتہ اب بھی خال خال موجود ہیں اگرچہ ان مدارس کی تعلیم آج کل کی طرح باضابطہ نہ تھی مگر استادوں کا فیضان نظر شاگردوں میں غیر معمولی قسم کی علمی پختگی اور اخلاقی درستگی پیدا کر دیتا تھا جن لوگوں کو ان مدارس کے پڑھے ہوئے اشخاص سے واسطہ پڑا ہے وہ اس کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں۔"

مولانا مناظر احسن گیلانی سوانح قاسمی میں

مولانا محمد یعقوب نانوتوی کی تالیف سوانحعمری مولانا محمد قاسم نانوتوی کا حوالہ دیکر لکھتے ہیں :
(سوانح قاسمی از مناظر احسن گیلانی شائع کردہ دار العلوم دیوبند ۱۳۷۳ھ جلد اول صفحہ ۱۸۶-۱۸۸)

" یہاں دیوبند میں مولوی مہتاب علی کا مکتب تھا۔ شیخ کرامت حسین مرحوم کے گھر پر شیخ نہال احمد پڑھتے تھے۔ مولوی صاحب (حضرت نانوتوی) کو انہوں نے عربی شروع کرائی۔"

مولانا گیلانی اس کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

سچ پوچھئے تو ان ہی چند فقروں میں ان باتوں کا اجمالاً ذکر آگیا ہے جنہیں ہم کرنا چاہتے ہیں۔ مصنف امام (مولانا محمد یعقوب) نے جس وقت اپنی سوانحعمری مرتب فرمائی تھی اور جن لوگوں کو پیش نظر رکھ کر یہ کتاب لکھی تھی اس زمانے میں ان لوگوں کے لیے یہ ساری مجمل باتیں جانی پہچانی تھیں لیکن بجز ایک شیخ کرامت حسین مرحوم کے جن کا نام اسی کتاب کی تمہید میں مختلف حیثیتوں سے گذر چکا ہے تھوڑے بہت حالات سے بھی ان کے کم از کم گذشتہ اوراق پڑھنے والے واقف ہو چکے ہیں۔ مگر ان کے سوا آج کون جانتا ہے کہ یہ مولوی مہتاب علی صاحب جن کا دیوبند میں مکتب قائم تھا کون بزرگ تھے اور شیخ نہال احمد صاحب جو ان سے پڑھتے تھے ان کی حیثیت کیا تھی؟ وہ گھر جس میں شیخ نہال احمد مولوی مہتاب علی صاحب سے پڑھتے تھے کہاں تھا۔؟

بہر حال سنئے یہ شیخ مہتاب علی صاحب ہمارے حضرت الاستاذ الامام شیخنا و شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی نور اللہ مرقدہ کے سگے چچا یعنی تایا تھے۔ ادب عربی کی نصابی کتابوں کے مشہور شارح حضرت مولانا ذوالفقار علی رحمۃ اللہ علیہ یعنی شیخ الہند کے والد ماجد ان ہی شیخ مہتاب علی کے چھوٹے بھائی تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فارسی اور عربی کی ابتدائی تعلیم کا بہت اچھا سلیقہ شیخ مہتاب علی صاحب مرحوم میں پایا جاتا تھا۔ مولانا طیب الحفید سلمہ اللہ نے اپنی قلمی یادداشت میں لکھا ہے کہ شیخ الہند کے والد مولانا ذوالفقار علی صاحب نے بھی ابتدائی تعلیم اپنے بڑے بھائی شیخ مہتاب علی صاحب سے پائی تھی۔ ان ہی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نانوتوی جس زمانہ میں دیوبند کے اس مہتابی مکتب میں علم کی روشنی حاصل کرنے کے لیے شریک کرائے گئے تھے تو اس وقت شیخ الہند مرحوم کے والد ماجد مولانا ذوالفقار علی بھی اسی مکتب میں زیر تعلیم تھے۔ اور جس جماعت میں حضرت مولانا نانوتوی لئے گئے" مولانا ذوالفقار علی صاحب اس سے اوپر کی جماعت ترقی کر کے پہنچ چکے تھے۔

یہ مکتب مہتابی شیخ نہال احمد کی بیٹھک میں قائم تھا۔ شیخ نہال احمد، شیخ کرامت حسین دیوان محلہ کی ڈیوڑھی کے رئیس کے صاحبزادے تھے۔ شیخ کرامت حسین کے بعد دیوان محلہ کے رئیس وہی قرار پائے۔

یہی وہ مقام ہے جہاں نہ صرف دیوبند کا دارالعلوم بلکہ سچ پوچھئے تو فراخنائے ہند کی دینی تعلیم کی عمومیت کا نظام تقریباً ایک صدی سے وابستہ ہے۔

اس کے بعد مولانا مناظر احسن گیلانی نے ایک فقرہ لکھا ہے جو غور کرنے کے قابل ہے وہ فقرہ ملاحظہ فرمایئے۔

" مجھے امید ہے کہ مکتب (مہتابی) کے اس تاریخی مکان کی حفاظت کی جائیگی کہ دینی تعلیم کی عمومیت کا سرچشمہ یہیں سے پھوٹا ہے۔" یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے اس لیے کہ اس سے ایشیا کی عظیم اسلامی یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند کے تسلسل کی نشاندھی ہوتی ہے۔

مندرجہ بالا اقتباسات سے اس قدر نشاندہی ہو سکتی ہے کہ مولانا ذوالفقار علی نے فارسی و عربی کی تعلیم ابتدائی مکتب مہتابی میں مولانا مہتاب علی سے پائی تھی۔

(باقی آئندہ)

بقیہ : مشعل راہ

بچے رہیں تو وہ جنت میں جائیگا

مسلمان بھائی کی مدد کریں

حدیث : من نصر اخاہ بظھر الغیب نصرہ اللہ فی الدنیا والاخرۃ (ایضاً صفحہ ۳۱۸)

ترجمہ : جو شخص اپنے (مسلمان) بھائی کی مدد، اس کی پیٹھ پیچھے (اس کی عدم موجودگی میں) کرے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں ایسے شخص کی مدد کرے گا۔

شہید کا درجہ بہت بلند ہے۔

حدیث : یشفع الشھید فی السبعین من اھل بیتہ (ایضاً صفحہ ۳۷)

ترجمہ : شہید اپنے گھر والوں میں سے ستر آدمیوں کی شفاعت کرے گا۔

خوفِ خدا سے رونے کی فضیلت

جناب قاری احمد دین صاحب

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَكٰى مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ حَتّٰى يَعُوْدَ اللَّبَنُ فِى الضَّرْعِ وَلَا يَجْتَمِعُ غُبَارٌ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَدُخَانُ جَهَنَّمَ۔ (ترمذی)

ترجمہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہیں داخل ہو گا آگ میں وہ شخص جو رویا اللہ تعالیٰ کے خوف سے یہاں تک کہ لوٹ جائے دودھ تھنوں میں (دودھ کا تھنوں میں واپس جانا ازبس دشوار ہے۔ لہٰذا خوفِ خداوندی سے رونے والے کا دوزخ میں جانا بھی دشوار ہے) اور (یہ بھی ارشاد فرمایا کہ) اللہ تعالیٰ کے راستے میں لگا ہوا غبار اور جہنم کا دھواں دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ (یعنی جس شخص کو اللہ تعالیٰ کے راستے کا غبار پہنچا اسے دوزخ کا دھواں نہیں پہنچے گا)

تشریح

اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونا بہت ہی پسندیدہ عمل ہے۔ اس سے دل کی کثافتیں اور غلاظتیں دھل جاتی ہیں۔ اور غفلت اور معاصی کی وجہ سے دل پر سیاہی اور گرد و غبار کی جو تہہ جم جاتی ہے وہ آنکھوں کے ایک قطرے سے (جو خوفِ الٰہی کے سبب سے نکلا ہو) صاف ہو جاتی ہے۔ نامۂ اعمال کی سیاہی کو سات سمندر نہیں دھو سکتے مگر اشکِ چشم کے ایک دو قطرے نامۂ اعمال کی صد سالہ سیاہی کو دھو ڈالتے ہیں۔ اسی بناء پر اللہ کے خوف سے رونے کی فضیلت کا مضمون بہت سی احادیث میں آیا ہے۔ ایک حدیث میں ان سات اشخاص کا ذکر آتا ہے جنہیں عرشِ الٰہی کے سایہ رحمت میں جگہ ملیگی۔ ان میں ایک وہ شخص خوش بخت بھی ہو گا، جس نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا تو اس کی آنکھیں بھر آئیں اور آنسو بہہ نکلے (صحیحین)

ایک اور حدیث میں ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو یاد کیا پس اس کی آنکھوں سے آنسو نکل کر زمین پر گر گئے اسے قیامت کے دن عذاب نہ ہو گا۔ (مستدرک) ایک اور حدیث میں ہے کہ دو آنکھوں کو آگ نہیں پہنچے گی۔ ایک وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئی، اور دوسری وہ آنکھ جس نے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں پہرہ دیتے ہوئے رات گذاری (ترمذی)

ایک اور حدیث میں ہے کہ تین آنکھیں آگ کو نہیں دیکھیں گی۔ ایک وہ آنکھ جس نے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں پہرہ دیا۔ دوسری وہ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے نمناک ہوئی اور تیسری وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے دیکھنے سے باز رہی (طبرانی)

ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دو قطروں اور دو نشانوں سے بڑھ کر کوئی چیز محبوب نہیں۔ ایک آنسو کا قطرہ جو اللہ کے خوف سے نکلے۔ دوسرے اس خون کا قطرہ جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں بہایا جائے۔ اور نشانوں میں سے ایک وہ نشان جو (زخم کی صورت میں) اللہ تعالیٰ کے راستے میں پہنچے اور دوسرا نشان جو اللہ تعالیٰ کے فرائض میں سے کسی فریضہ کے ادا کرنے سے حاصل ہو (ترمذی) ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ نجات کی کیا صورت ہے؟ فرمایا اپنی

زبان کو بند رکھا کرو - اپنے گھر میں سمٹ کر رہ - اپنی غلطیوں پر رویا کر - (ترمذی)

دوسرا مضمون اللہ تعالیٰ کے راستے کے غبار کی فضیلت کا ہے - احادیث مبارکہ میں اس کے بھی بہت سے فضائل آئے ہیں، جو حدیث کی کتابوں میں "کتاب الجہاد" کے تحت ذکر کیے گئے ہیں - یہاں تین چیزوں کی وضاحت ضروری ہے - ایک یہ کہ جن اعمال کی یہ فضیلت بیان فرمائی گئی ہے کہ ان کے کرنے سے جنت واجب ہو گی یا دوزخ حرام ہوجائیگی - یہ ان اعمال کی ذاتی خاصیت ہے اور اس خاصیت کے ظہور کے لئے ضروری ہے کہ کوئی قوی مانع اس کے روکنے والا موجود نہ ہو اسکی مثال بالکل ایسی سمجھنی چاہیئے کہ طب کی کتابوں میں ادویات کے جو فوائد درج ہوتے ہیں وہ اسی وقت ظاہر ہو سکتے ہیں جبکہ ان فوائد کو روکنے والی بدپرہیزی سے بھی احتراز کیا جائے - اگر ایک شخص دوا بھی استعمال کرتا ہے مگر اس کے ساتھ بدپرہیزی بھی کرتا ہے - اگر اس کو دوا پورا فائدہ نہ دے تو اس کو شکایت دوا کی نہیں بلکہ اپنی بدپرہیزی کی کرنی چاہیئے ـــــ اس طرح جو شخص کوئی ایسا نیک عمل کرتا ہے - جس پر جنت کا وعدہ فرمایا گیا ہے لیکن ساتھ ہی خدانخواستہ کسی کبیرہ گناہ کا بھی مرتکب ہے - مثلاً لوگوں کے حقوق دبا لیتا ہے تو اس کی بدپرہیزی کے سبب اگر اس نیک عمل کا پورا فائدہ ظاہر نہ ہو تو اس عمل کا قصور نہیں بلکہ اس کی بدپرہیزی کا قصور ہوگا - الغرض عمل کی خاصیت الگ چیز ہے اور اس کا ظہور کسی خاص آدمی میں ہوگا یا نہیں ؟ یہ ایک دوسری بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونا، توبہ استغفار ہی کی شکل ہے - اس لئے اس کے ذریعہ انشاء اللہ اس کے گذشتہ گناہ تو معاف ہو ہی جائیں گے اور اس کے ذمہ اگر کچھ حقوق و فرائض ہوں تو ان کو ادا کرے اور آئندہ کے لئے تمام گناہوں سے باز رہنے کا عزم کرے اور کبھی غفلت اور کوتاہی ہو جائے تو فوراً توبہ کی تجدید کر لیا کرے - ایسا شخص انشاء اللہ تعالےٰ جنت میں جائے گا

دوم یہ کہ اللہ کے خوف سے رونا اگرچہ بہت ہی پسندیدہ عمل ہے مگر ہے غیر اختیاری اس لئے اگر کوئی شخص خدا ترس ہو مگر اسے رونا نہ آئے تو اسے پریشان نہیں ہونا چاہیئے - حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ اگر رونا نہ آئے تو رونے کی شکل بنالی جائے - دراصل بارگاہ خداوندی میں بندے کی عجز و بیچارگی اور تذلل کی قیمت ہے - اللہ تعالےٰ کے سامنے جتنی عاجزی اختیاری کی جائے کم ہے -

سوم - فی سبیل اللہ کے جو فضائل احادیث مبارکہ میں بیان فرمائے گئے ہیں ان کا اعلیٰ مرتبہ تو جہاد فی سبیل اللہ ہے - مگر خود جہاد بھی اعلائے کلمۃ اللہ (اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کرنے) کے لئے ہوتا ہے - اس لئے دین کی تبلیغ و تعلیم بھی اس کے ضمن میں آتی ہے -

---

بقیہ : تعارف و تبصرہ

کہ اخلاف اپنے اپنے اسلاف کی سیرت پاک کے اجلے نقوش دیکھ کر ماضی کی طرف پلٹ آئیں اور امت انتشار سے بچ جائے -

ہمیں امید ہے کہ اہل درد اس مقالہ کو قدر کی نظروں سے دیکھیں گے اور اس کو زیادہ سے زیادہ پھیلا کر سعادت سرمدی حاصل کریں گے - پورا پتہ یہ ہے :-
انجمن ارشاد المسلمین ۹/ بی شاداب کالونی، حمید نظامی روڈ، لاہور

مشعل راہ

علم سے خوفِ الٰہی مطلوب ہے

محمد شفیع عمر الدین - میر پور سندھ

حدیث۔ كَفٰى بِالْمَرْءِ عِلْمًا اَنْ يَّخْشَى اللّٰهَ وَكَفٰى بِالْمَرْءِ جَهْلًا اَنْ يُّعْجَبَ بِنَفْسِهٖ (جامع الصغیر سیوطی صفحہ ۱۸)

ترجمہ۔ آدمی کو وہ علم کفایت کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ڈر کا باعث ہو اور آدمی کو وہ جہالت ہی کافی ہے جو اس کے نفس کو غرور میں ڈالے۔

(ف) یقیناً جس علم سے خوفِ الٰہی پیدا ہوگا وہ دین کا علم ہے۔ لہٰذا ہر شخص کو دین کا علم حاصل کرکے شرعی اوامر پر عمل اور نواہی سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا مقصد اوامر پر عمل کرنے اور نواہی سے بچنے کا ہے غرور اور تکبر سے بچنا چاہیئے۔ غرور وتکبر کرنا جاہلوں کا شیوہ ہے۔ اہل علم کے لیے یہ بات نہایت قبیح ہے۔

بسم اللہ پڑھ کر کھانا پینا چاہیئے

حدیث: کل طعام لا یذکر اسم اللہ تعالیٰ علیہ فانہا ھو داء ولا برکۃ فیہ (ایضاً صفحہ ۱۵۶)

ترجمہ: ہر وہ طعام جسے کھاتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے، پس اس میں بیماری ہے اور نہیں ہے اس میں برکت۔

(ف) کھانے پینے کا ایک ادب یہ ہے کہ بسم اللہ پڑھ کر شروع کیا جائے، تاکہ وہ روحانی اور جسمانی بیماری اور بے برکتی کا موجب نہ بنے۔ بزرگ حضرات تو یہ ہدایت فرماتے ہیں کہ کوئی لقمہ بھی غفلت سے منہ میں نہ ڈالا جائے۔ دل کو متوجہ الی اللہ رکھ کر کھایا پیا جائے، تاکہ طاعت اور عبادتِ الٰہی کی ہمت پیدا ہو خورد و نوش سے مقصد "فرائض عبودیت" کی بجا آوری کے لیے طاقت کا حاصل کرنا ہے۔ لہو و لعب اور غفلت میں زندگی کے قیمتی لمحات برباد کرنا مطلوب نہیں۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ بزرگ حضرات فرماتے ہیں کہ طعام کھانے کے بعد چار رکعت نماز نفل پڑھیں اور تسبیح سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم: ایک سو بار پڑھیں یا قرآن پاک کی کچھ تلاوت کریں حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ جب طعام تناول فرماکر سیر ہو جاتے تو ساری رات عبادت میں گزار دیتے، اور فرماتے کہ جب جانور کو پیٹ بھر کر کھلایا جائے تو اس سے کام بھی پورا لینا چاہیے۔

ہر نشہ آور چیز حرام ہے

حدیث: كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ (ایضاً)

ترجمہ: ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

(ف) ہر نشہ آور چیز سے بچنا چاہیئے شراب کی حرمت تو قرآن مجید میں بھی آئی ہے۔ ایک کلمہ گو کو اس کے قریب بھی نہ جانا چاہیے۔ راقم الحروف نے ایسے پرہیزگار دیکھے ہیں جو ان دواؤں کو بھی استعمال نہیں کرتے، جن میں الکوحل کا جز شامل ہو۔

استغفار بکثرت کریں

حدیث: لکل داءٍ دواء ودواء الذنوب الاستغفار (ایضاً صفحہ ۲۱۱)

ترجمہ: ہر جسمانی اور روحانی مرض کی دوا ہے۔ اور گناہوں کی دوا

ارشاد نبوی

فتنوں کا دَور

وعن ابي هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

اذا اتخذ الفيئُ دولاً والامانةُ مغنماً والزكوٰة مغرماً

وتعلّم لغير الدين واطاع الرجُلُ امرأتهُ وعقّ

اُمّهٗ وادنىٰ صديقهٗ واقصىٰ اباهُ وظهرت

الاصوات فى المساجد وساد القبيلة فاسقهم

وكان زعيم القوم ارذلهم واكرم الرجل

مخافة شره وظهرتِ القينات والمعازفُ

وشربت الخمور ولعن آخر هذه الامّة

اوّلها فارتقبوا عند ذالك ريحًا حمراء

وزلزلةً وخسفاً ومسخاً وقذفاً وآياتٍ

تتابع كنظام قطع سلكهٗ فتتابع

(رواه الترمذى)

ترجمہ:

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مالِ غنیمت کو ذاتی مال بنا لیا جائے گا اور امانت کو غنیمت اور زکوٰۃ کو تاوان سمجھا جانے لگے گا اور علم غیرِ دین کے لیے حاصل کیا جائے گا، اور آدمی اپنی بیوی کی اطاعت کرے گا۔ اور والدہ کی نافرمانی۔ اور دوست کو قریب کرے گا اور والد کو دُور ہٹائے گا —— اور مساجد میں آوازیں بلند ہوں گی، اور قبیلہ کا سردار ان کا فاسق ہو گا۔ اور قوم کا وڈیرا ان کا کمینہ اور گھٹیا آدمی ہو گا —— اور آدمی کی عزّت اس کی شر سے بچنے کے لیے کی جائے گی ——

—— گانے والیاں اور آلات لہو ولعب (باجے گاجے) بہت ہو جائیں گے —— شرابیں پی جائیں گی۔ —— اس امّت کے آخر میں آنیوالے پہلوں پر لعن طعن کریں گے۔ سو ایسے وقت تم سرخ ہوا کے چلنے۔ زلزلہ کے آنے زمین میں دھنسائے جانے شکلوں کے بگاڑے جانے اور آسمان سے پتھروں کے برسنے کا انتظار کرو۔ (ابتلا ۔ دوہ)

اور بہت سی مسلسل نشانیاں ایسے آئیں گی جیسے ہار کا دھاگا ٹوٹنے کے بعد موتی لگاتار گرتے ہیں

ٹیلی فون نمبر ۶۷۵۴۵ | خدام الدین | رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۷۴

انجمن خدام الدین لاہور کی طرف سے شائع شدہ

قرآن عزیز

تحشیہ جدیدہ

بہترین عکسی طباعت سے مزین

ترجمہ: شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

ہدیہ

قسم اعلیٰ - /۲۰۰ روپے ، کاغذ آرٹ پیپر ، وہائٹ پرنٹنگ ، چرمی جلد

قسم اول :- /۷۵ روپے امپورٹڈ آفسٹ پیپر

قسم دوم :- /۳۵ روپے جلد ڈائی دار کاغذ میکینیکل گلیزڈ

قسم سوم :- /۲۱ روپے جلد سادہ کاغذ میکینیکل گلیزڈ

محصول ڈاک :- /۶ روپے

فی نسخہ زائد ہوگا۔

ملنے کا پتہ: ناظم شعبہ نشر و اشاعت انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور